عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ کا ترجمان

ہفت روزہ
ختم نبوۃ

INTERNATIONAL URDU WEEKLY **KHATM-E-NUBUWWAT** KARACHI PAKISTAN

جلد: ۳۹ | ۶ تا ۱۲ جمادی الثانی ۱۴۴۱ھ بمطابق یکم تا ۷ فروری ۲۰۲۰ء | شمارہ: ۵

راہِ حق میں صحابیات کا کردار

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا عدل و انصاف

نبوی لیل و نہار

جہیز کی رسم
پس منظر

Website: http://www.khatm-e-nubuwwat.info
http://www.khatm-e-nubuwwat.com

Website: http://www.khatm-e-nubuwwat.org
Email: editorkn@yahoo.com

قبروں کو روندتے ہوئے مخصوص قبر تک جانا

س:...... قبرستان میں اکثر قبریں آپس میں ملی ہوئی ہوتی ہیں، کسی مخصوص قبر تک جانے کے لئے قبروں پر سے گزرنا پڑتا ہے، لازماً کسی نہ کسی قبر پر پاؤں آ ہی جاتا ہے، کیونکہ چلنے کی بالکل بھی جگہ نہیں ہوتی تو ایسے میں کیا حکم ہے؟

ج:...... قبروں پر پاؤں پڑنا تو صحیح نہیں، کیونکہ حدیث شریف میں قبروں کو روندنے، ان پر بیٹھنے اور ان سے تکیہ لگانے کی ممانعت آئی ہے۔ اس لئے پاؤں بچا کر مخصوص قبر تک جاسکتا ہے تو جائے ورنہ دور ہی سے دعا، استغفار اور فاتحہ وغیرہ پڑھ لے قبروں کو روندتے ہوئے جانا صحیح نہیں۔

”عن جابر رضی اللہ عنہ قال نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان یجصص القبور وان یکتب علیہا وان توطأ۔ رواہ الترمذی۔“ (مشکوٰۃ ص:۱۴۹)

غیر صاحبِ نصاب کو زکوٰۃ دینا جائز ہے

س:...... ایک آدمی کی آمدن پندرہ ہزار روپے ماہانہ ہے اور اس کے اہل وعیال زیادہ ہیں، گزارا نہیں ہوتا۔ اس کے علاوہ وہ مقروض بھی بہت ہے، کیا اس شخص کو زکوٰۃ دے سکتے ہیں؟ اسی طرح ایک آدمی کی آمدن بیس ہزار روپے ہے نیم پاگل بھی ہے، بال بچے دار ہے اس کی تنخواہ بھی کم پڑتی ہے۔ کیا اس کو زکوٰۃ دینا درست ہے؟

ج:...... اگر یہ لوگ ضرورت سے زیادہ کوئی ایسی چیز اپنی ملکیت میں نہیں رکھتے کہ جس کی مالیت ساڑھے باون تولہ چاندی کے بقدر ہو تو یہ نصاب کے مالک نہیں ہیں، ایسی صورت میں ان کو زکوٰۃ دی جاسکتی ہے۔

دورانِ نماز موبائل فون بند کرنا

س:...... نماز کے دوران موبائل فون جیب سے نکالنا جائز ہے یا نہیں؟ اگر موبائل بج رہا ہو تو جیب سے نکال کر اسے بند کرسکتے ہیں یا سائلنٹ پر کرسکتے ہیں؟ کیا ایسا کرنے سے نماز پر کوئی اثر ہوگا؟

ج:...... نماز کے دوران اگر موبائل جیب میں بج رہا ہو تو ایک ہاتھ سے معمولی حرکت کے ذریعے اسے جیب میں ہی بند کرلے۔ اگر ایسا کرنا ممکن نہ ہو اور موبائل کے مسلسل شور سے نمازیوں کی نماز میں خلل آئے تو پھر نماز توڑ کر پہلے موبائل کو بند کرے، اس کے بعد نماز میں شامل ہو۔

جہیز دینے کے باوجود لڑکی میراث کی بھی حق دار ہے

س:...... کیا لڑکیوں کی شادی پر جہیز دینے سے اور شادی کا خرچہ کرنے سے ان کا وراثت میں سے حق ختم ہوجاتا ہے؟ ہمارے خاندان میں ایسا ہی ہوتا ہے کہ لڑکی کو میراث میں سے کوئی حصہ نہیں ملتا، جو بھی اس کو دینا ہو وہ شادی پر لگادیتے ہیں۔ قرآن وسنت کی روشنی میں رہنمائی فرمائیں کیا ایسا کرنا ٹھیک ہے؟

ج:...... لڑکیوں کو محض جہیز وغیرہ دے دینے سے میراث سے ان کا حق شرعی طور پر ختم نہیں ہوتا بلکہ جہیز وغیرہ دینے کے باوجود بھی وہ اپنے والد کے انتقال کے بعد اس کے ترکہ میں سے اپنے شرعی حصہ کی حق دار ہوں گی اور دیگر ورثاء پر لازم اور ضروری ہوگا کہ وہ ان کا حصہ ان کے حوالے کردیں۔ اگر وہ نہ دیں تو ظالم اور غاصب شمار ہوں گے اور سخت گناہ گار ہوں گے اور لڑکیوں کو یہ حق بھی ہے کہ دیگر ورثاء اگر ان کا حصہ نہ دیں تو وہ ان کے خلاف قانونی چارہ جوئی بھی کرسکتی ہے۔

ہفت روزہ

ختمِ نبوۃ

مجلس ادارت

مولانا سیّد سلیمان یوسف بنوری، صاحبزادہ مولانا عزیز احمد،
علامہ احمد میاں حمادی، مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی،
مولانا قاضی احسان احمد

جلد: ۳۹ ۶ تا ۱۲ر جمادی الثانی ۱۴۴۱ھ مطابق یکم تا ۷ر فروری ۲۰۲۰ء شمارہ: ۵

اس شمارے میں!

حضرت مولانا فدا الرحمٰن درخواستیؒ کی رحلت	۵	محمد اعجاز مصطفی
حضور اکرم ﷺ کا عدل و انصاف!	۷	مولانا سحبان محمودؒ
جہیز کی رسم اور اس کا پس منظر	۹	بیان: مولانا فیاض خان سواتی
راہِ حق میں صحابیاتؓ کا کردار	۱۳	محترمہ اُم حسن
نبوی لیل ونہار	۱۶	مولانا سعد حسن ٹونکی
جھوٹے مدعی نبوت اور مرتدین کی سرکوبی	۱۹	مولانا عبدالنعیم، لاہور
نزول عیسیٰ علیہ السلام اور مرزائی عقیدہ (۲۶)	۲۲	بیان: مولانا محمد علی جالندھریؒ
مولانا شجاع آبادی کے دعوتی و تبلیغی اسفار	۲۵	ادارہ
خبروں پر ایک نظر	۲۷	ایضاً

سرپرست

حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر مدظلہ

حضرت مولانا حافظ ناصر الدین خاکوانی مدظلہ

مدیر اعلیٰ

مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری

نائب مدیر اعلیٰ

مولانا محمد اکرم طوفانی

مدیر

مولانا محمد اعجاز مصطفی

معاون مدیر

عبداللطیف طاہر

قانونی مشیر

حشمت علی حبیب ایڈووکیٹ

منظور احمد میؤ ایڈووکیٹ

سرکولیشن منیجر

محمد انور رانا

تزئین و آرائش:

محمد ارشد خرم، محمد فیصل عرفان خان

بیاد

امیر شریعت مولانا سیّد عطاء اللہ شاہ بخاریؒ

خطیب پاکستان مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ

مجاہد اسلام حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ

مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین اخترؒ

محدث العصر حضرت مولانا سیّد محمد یوسف بنوریؒ

خواجہ خواجگان حضرت مولانا خواجہ خان محمدؒ

فاتح قادیان حضرت اقدس مولانا محمد حیاتؒ

مبلغ اسلام حضرت مولانا عبدالرحیم اشعرؒ

مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا تاج محمودؒ

ترجمان ختم نبوت مولانا محمد شریف جالندھریؒ

جانشین حضرت بنوری حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰنؒ

شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ

حضرت مولانا سیّد انور حسین نفیس الحسینیؒ

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانویؒ

شہید ختم نبوت حضرت مفتی محمد جمیل خانؒ

شہید ناموس رسالت مولانا سعید احمد جلال پوریؒ

زرتعاون

امریکا، کینیڈا، آسٹریلیا: ۱۰۰ ڈالر یورپ، افریقہ: ۸۰ ڈالر، سعودی عرب،
متحدہ عرب امارات، بھارت، مشرق وسطیٰ، ایشیائی ممالک: ۷۰ ڈالر
فی شمارہ ۱۵ روپے، ششماہی: ۳۵۰ روپے، سالانہ: ۷۰۰ روپے

WEEKLY KHATM-E-NUBUWWAT, A/c# 0010010964680019
(انٹرنیشنل بینک اکاؤنٹ نمبر) IBAN NO. PK68ABPA0010010964680019
AALMIMAJLISTAHAFFUZKHATM-E-NUBUWWAT 0010010964710018
(انٹرنیشنل بینک اکاؤنٹ نمبر) IBAN NO. PK45ABPA0010010964710018
Allied Bank Binori Town Branch Code: 0159 Karachi.

رابطہ دفتر: جامع مسجد باب الرحمت (ٹرسٹ)
ایم اے جناح روڈ کراچی، فون: ۳۲۷۸۰۳۳۷ فیکس: ۳۲۷۸۰۳۴۰
Jama Masjid Bab-ur-Rehmat (Trust)
Old Numaish M.A.Jinnah Road Karachi
Ph:32780337, Fax:32780340

مرکزی دفتر: حضوری باغ روڈ، ملتان
فون: ۰۶۱-۴۷۸۳۴۸۶
Hazori Bagh Road Multan
Ph:061-4783486

لندن آفس:
35,Stockwell Green
London, SW9 9HZ U.K
Ph:0207-737-8199

ناشر: عزیز الرحمٰن جالندھری مطبع: القادر پرنٹنگ پریس طابع: سیّد شاہد حسین مقام اشاعت: جامع مسجد باب الرحمت ایم اے جناح روڈ کراچی

سحبان الہند حضرت مولانا
احمد سعید دہلویؒ

خدا کا دیدار

حدیث قدسی ۳: حضرت صہیب رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب اہل جنت جنت میں داخل ہو جائیں گے تو اللہ تعالیٰ ان سے فرمائے گا کہ تم چاہتے ہو کہ میں تم کو کچھ اور اپنی نعمتوں میں سے عطا کروں؟ یہ عرض کریں گے: کیا تو نے ہمارے چہروں کو نورانی نہیں کیا، کیا تو نے ہم کو جنت میں داخل نہیں کیا اور ہم کو دوزخ سے نجات نہیں دی، یعنی یہی احسانات کیا کم ہیں جو آپ نے اب تک ہم پر کئے ہیں؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اس وقت پردہ اٹھا دیا جائے گا، پس اہل جنت حضرت حق تعالیٰ کی ذات کو دیکھنے لگیں گے اور جو نعمتیں ان کو دی گئیں ہیں، ان میں سے کوئی نعمت ان کو حضرتِ حق کے دیکھنے سے زیادہ محبوب اور پسندیدہ نہ ہوگی، پھر آپ نے یہ آیت پڑھی: ”للذین احسنوا الحسنیٰ“ یعنی جن لوگوں نے بھلائی کی ہے، ان کے واسطے نیکی ہے اور زیادہ بھی۔ (مسلم) یعنی قرآن میں جو لفظ زیادہ ہے اس سے مراد دیدارِ الٰہی ہے۔ روایت کا مطلب یہ ہے کہ دیدارِ الٰہی ایک ایسی نعمت ہے کہ اس کے مقابلے میں باقی نعمتیں ہیچ معلوم ہوں گی۔

حدیث قدسی ۴: حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ملاقات کی، پس حضرت ابوہریرہؓ نے سعید بن مسیبؒ سے کہا: اللہ تعالیٰ مجھ کو اور تم کو جنت کے بازار میں جمع کرے۔ سعید بن مسیبؒ نے کہا: کیا جنت میں بازار بھی ہے؟ حضرت ابوہریرہؓ نے فرمایا: مجھ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا ہے کہ جب اہل جنت، جنت میں داخل ہوں گے تو جنت میں اپنے اپنے اعمال کے مطابق قیام فرمائیں گے، پھر ان کو ایام دنیا میں سے جمعہ کے دن کی مقدار میں اللہ تعالیٰ کی زیارت کے لئے اجازت دی جائے گی، یعنی ہفتہ میں ایک دن زیارت کیا کریں گے اور اللہ تعالیٰ ان پر تجلی فرمایا کریں گے۔ پہلے سب لوگ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ میں جمع ہوں گے، پس اس باغ میں نور کے موتیوں کے یاقوت کے، زمرد کے اور سونے چاندی کے منبر بچھائے جائیں گے اور اعمال کے اعتبار سے جو کم مرتبہ کے لوگ ہوں گے وہ مشک اور کافور کے ٹیلوں پر فروکش ہوں گے اور ان کو یہ خیال نہیں ہوگا کہ وہ کرسی نشین حضرات کو اپنے سے بہتر جگہ بیٹھنے والا سمجھیں، یعنی بیٹھنے میں فرق مراتب ہوگا، لیکن دل میں اس فرق مراتب کا کوئی اثر نہیں ہوگا۔ (جاری ہے)

حضرت مولانا
مفتی محمد نعیم دامت برکاتہم

نمازِ استخارہ

س:...... نماز استخارہ کسے کہتے ہیں اور اسے کب پڑھا جاسکتا ہے اور اس کی کتنی رکعتیں ہوتی ہیں؟

ج:...... شرعی اصطلاح میں استخارہ کا مطلب ہے اللہ تعالیٰ سے مشورہ چاہنا کسی جائز اور اہم کام کے بارے میں دل کوئی فیصلہ نہ کر پاتا ہو کہ اس کام کو کیا جائے یا نہ کیا جائے یا کیسے اور کس وقت کیا جائے؟ (واضح رہے کہ فرض وواجب کام تو ہر حال میں کرنا ضروری ہیں) تو اس کا فیصلہ کرنے کے لئے شریعت نے ترغیب دی ہے کہ باوضو ہو کر دو رکعت نماز پڑھ کر دعا مانگتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے مشورہ چاہ لیا جائے، اس مقصد ونیت سے پڑھی جانے والی نماز کو نمازِ استخارہ کا نام دیا گیا ہے۔ عموماً اس نماز کو رات کو تمام کاموں سے فارغ ہو کر سونے سے پہلے پڑھے جانے کا رواج ہے لیکن یہ ضروری نہیں بہتر ہے۔ اس نماز کو نفل نماز کے ممنوعہ مواقع اور اوقات کے رات دن کے کسی بھی حصے میں پڑھا جاسکتا ہے۔ نماز پڑھ کر سونے کی حالت میں خواب میں اشارہ ملنے کی بات بھی کہی جاتی ہے جو کہ صحیح ہے، لیکن ضروری نہیں ہے (البتہ خواب نظر آنے کی صورت میں اس خواب کی تعبیر (خواب کا نتیجہ) اگر خود نہ جانتا ہو تو فن تعبیر کے ماہرین سے پوچھ کر عمل کرے۔ نیز اگر خواب کی تعبیر کام نہ کرنے کی ہو پھر وہ کام نہ کرے، کرنے کی صورت میں نقصان کا خطرہ ہے) دو رکعت پڑھ کر اپنے مقصد کے حوالے سے دعا مانگے، دعا کی ابتدا حمد وثنا اور درود شریف سے کرے، دعا میں یہ کہے کہ: اے اللہ! اگر آپ کے علم کے مطابق یہ کام میرے، میرے دین، معاشی اور آخری انجام کے حوالے سے بہتر ہو تو اسے میرا مقدر بناتے ہوئے اسے میرے لئے آسان بھی فرمائیں اور میرے لئے اس میں برکت بھی ڈال دیں اور اگر بہتر نہ ہو تو میرے دل ودماغ سے اس خیال ہی کو ختم فرمادیں اور جو میرے حق میں بہتر ہو جس طرح آپ چاہیں عطا فرمادیں اور پھر مجھے اس کے ساتھ راضی فرمادیں پھر درود شریف پڑھ کر دعا مکمل کرلیں۔ (یہ عربی میں بتلائی جانے والی دعا کا اردو میں مختصر ترجمہ ہے، اس مفہوم کو اپنی آبائی، علاقائی اور مادری زبان میں بھی مانگا جاسکتا ہے) یہ عمل سات دنوں تک کریں اور سات دنوں کے بعد دل ودماغ کا رجحان جس جانب ہو اس پر عمل کرلیں اسی میں خیر ہوگی۔

اداریہ

محمد اعجاز مصطفیٰ

شیخ الحدیث حضرت

مولانا فداء الرحمٰن درخواستی کی رحلت

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

الحمدللّٰہ وسلام علٰی عبادہ الذین اصطفٰی

جامعہ انوارالقرآن آدم ٹاؤن نارتھ کراچی کے بانی، مہتمم وشیخ الحدیث، حافظ الحدیث حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستی قدس سرہ کے فرزند ارجمند، شاگرد رشید وجانشین، جمعیت علماء اسلام کے سابق نائب امیر مرکزیہ وسابق امیر جمعیت علماء اسلام صوبہ سندھ، پاکستان شریعت کونسل کے امیر، جامعہ مخزن العلوم خان پور کے سرپرست حضرت مولانا فداء الرحمٰن درخواستی قمری حساب سے ۸۵ سال اور شمسی حساب سے ۸۰ سال اس دنیائے رنگ وبو اور دینی فضاؤں اور چھاؤں میں گزار کر ۵ر جمادی الاولیٰ ۱۴۴۱ھ مطابق ۳۱ر دسمبر ۲۰۱۹ء بروز منگل صبح تہجد کے وقت راہی عالم آخرت ہوگئے۔ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون، ان للّٰہ ما اخذ ولہ ما اعطی وکل شئی عندہ باجل مسمّٰی۔

حضرت مولانا فداء الرحمٰن درخواستیؒ ۱۹۳۹ء میں حافظ الحدیث حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستی نوراللہ مرقدہ کے گھر خان پور میں پیدا ہوئے۔ تعلیم کی ابتداء سے درسِ نظامی کی فراغت تک اپنے والد صاحب کے قائم کردہ ادارہ جامعہ مخزن العلوم عیدگاہ خان پور میں رہ کر تعلیم حاصل کی۔ آپ نے ۱۹۵۷ء میں دورۂ حدیث سے فراغت پائی، پھر اسی جامعہ میں ۱۹۷۰ء تک آپ یہاں استاذ ومدرس رہے، تدریس کے ساتھ ساتھ آپ ناظم تعلیمات بھی رہے، اس کے بعد آپ کراچی تشریف لائے یہاں قصبہ کالونی میں مدرسہ ''ساریۃ الجبل'' کے نام سے ادارہ قائم کیا، اس کے ساتھ اسی نام سے آپ نے ایک مسجد بھی تعمیر کرائی، تقریباً چھ سال یہاں رہے، پھر ۱۹۷۶ء میں آپ مدینہ منورہ تشریف لے گئے۔ ۱۹۸۰ء تک حرمین میں قیام پذیر رہے، وہاں تدریس بھی فرماتے تھے، درس قرآن بھی ہوتا تھا۔ اس کے بعد ۱۹۸۱ء میں آپ نے کراچی میں جامعہ انوارالقرآن آدم ٹاؤن نارتھ ناظم آباد کے نام سے ادارہ کی بنیاد رکھی، پھر اس کی تعمیری وتعلیمی ترقی میں جہد مسلسل فرماتے رہے، جو آج کراچی کے خوبصورت اداروں میں شامل ہے، جس میں حفظ وناظرہ سے لے کر دورۂ حدیث اور تخصصات تک درجات قائم ہیں۔

حضرت مولانا فداء الرحمٰن درخواستیؒ اپنے والد ماجد حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستی قدس سرہ کی صورت وسیرت کا مکمل پرتو تھے، جس طرح حضرت درخواستی قدس سرہ کی جدوجہد اس ملک میں صرف اور صرف دین اسلام کی سربلندی، شریعت کے نفاذ اور اسلام کے خلاف اٹھنے والے فتنوں کے تعاقب کے لئے تھی، اسی طرح حضرت مولانا فداء الرحمٰن درخواستیؒ نے بھی ان امور کو اپنی زندگی کا نصب العین بنایا تھا، مثلاً: جس طرح حضرت درخواستی قدس سرہ اس ملک میں کفر واستبداد اور ظلم واستعمار کے نوآبادیاتی نظام کے خاتمہ اور اس کی جگہ اسلام کے عادلانہ نظام کے نفاذ کے خواہاں تھے، اس مقصد کے لئے جمعیت علماء اسلام پاکستان کے قافلہ کی تقریباً ۳۲ سال تک قیادت فرماتے رہے، اسی طرح حضرت مولانا فداء الرحمٰن درخواستیؒ بھی اپنے والد ماجد کے وصال کے بعد پہلے کچھ عرصہ جمعیت علماء اسلام کے مرکزی نائب امیر اور بعد میں صوبہ سندھ کی جمعیت کے امیر رہے۔

حضرت درخواستیؒ کی زندگی کا مشن عقیدۂ ختم نبوت کا تحفظ اور منکرین ختم نبوت کا تعاقب تھا، آپ کی کوئی مجلس، کوئی وعظ اور کوئی بیان ایسا نہیں ہوتا تھا جس میں عقیدۂ ختم نبوت کی عظمت، اہمیت اور فضیلت کا تذکرہ نہ ہوتا ہو، اور شرکائے محفل سے عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے کام کرنے کا عہد نہ

لیتے ہوں۔اسی طرح حضرت مولانا فداء الرحمٰن صاحب بھی حتی المقدور اس محاذ پر حضرت درخواستیؒ کی جانشینی کا حق ادا فرماتے رہے۔

اسی طرح حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ عنہم اجمعین کے ساتھ محبت وعقیدت کے جذبات کو بیدار کرتے تھے،صحابہ کرامؓ کے واقعات اور کارناموں کا حاضرین مجلس کے سامنے بہت تذکرہ فرماتے تھے۔آپ کو اپنے والد ماجد کی طرح قرآن کریم،احادیث رسول اللہ اور ذکر اللہ سے بہت شغف تھا،جب بھی کوئی مجلس ہوتی حضرت مولانا فداء الرحمٰن صاحب قرآن کریم کی تلاوت،نعت رسول مقبول اور حدیث رسول اللہ ضرور سنتے اور سناتے۔اسی طرح قرآنی مکاتب،مساجد اور دینی اداروں کے قیام کا ذوق بھی آپ کو والد ماجد سے ورثہ میں ملا تھا۔چنانچہ میرپور خاص کے علاقہ پتھورو میں آپ نے ایک ادارہ تجوید القرآن پتھورو،عمرکوٹ اور اس کے آس پاس ۳۰ قرآنی مکاتب،۱۲ مساجد قائم کیں،اسی طرح اسلام آباد چک شہزاد بستی تمہ میں جامع مسجد ومدرسہ شرعیہ قائم کیا۔اسی طرح حسن ابدال میں ’’حافظ الحدیث‘‘ کے نام سے ایک مرکز قائم کیا،جس میں آج درجہ خامسہ تک درسِ نظامی اور کئی کلاسیں حفظ وناظرہ کی موجود ہیں۔اسی طرح چترال کے علاقہ دروش میں جامع مسجد ومدرسہ قائم کیا،اسی طرح کاغان میں بھی ایک مسجد تعمیر کرائی،بیرون ملک کینیڈا میں ۱۱۲ ایکڑ رقبہ پر ایک ادارہ قائم کیا اور دوسرے ممالک میں بھی جہاں آپ جاتے وہاں چھوٹے چھوٹے دینی اور قرآنی مکاتب قائم کرنے کا لوگوں کو شوق اور ترغیب دلاتے،جس کی بنا پر ملک میں مکاتب قائم ہوجاتے۔حضرت مولانا فداء الرحمٰن درخواستیؒ اکثر بیرون ملک سیاحت پر رہتے اور یہ سیاحت دینی مقاصد کے لئے تھی،ان کے صاحبزادوں کا فرمانا ہے کہ کوئی ملک ایسا نہ ہوگا جہاں حضرت مولانا مرحوم تشریف نہ لے گئے ہوں،اس پر ان کا ایک شعر بھی سنایا،جو اکثر آپ گنگناتے تھے:

وقت طلوع دیکھا، وقت غروب دیکھا
اب تو فکر آخرت ہے،دنیا کو خوب دیکھا

اور یہ سیاحت قرآن کریم کے فروغ،احادیث رسول اللہ کی اشاعت اور ذکر اللہ کے حلقوں کے قیام میں دائر رہتی۔آپ نے زندگی بھر درس وتدریس،قال اللہ وقال الرسول کی اشاعت وتبلیغ اور ذکر اللہ کی تعلیم وتلقین میں گزاری۔آپ کی تصنیفات میں سے انوارِ حدیث،فلاحِ انسانیت اور رسالہ انوار القرآن کی اشاعت شامل ہے،اسی طرح حضرت درخواستیؒ کے تعارف وتذکرہ پر مشتمل ’’حافظ الحدیث نمبر‘‘ بھی آپ کی کوششوں سے مرتب ہوا۔آپ کی پہلی اہلیہ جو فوت ہوگئی تھیں،ان میں سے چھ اولادیں ہیں: تین بیٹے مولانا حسین احمد،مولانا رشید احمد اور مولانا خلیل احمد صاحب ہیں اور تین بیٹیاں ہیں دوسری اہلیہ بقید حیات ہیں۔

آپؒ اسلام آباد اپنے عزیزوں کے ہاں تھے،جہاں آپ کی وفات ہوئی۔پہلی نماز جنازہ اسی دن اسلام آباد میں ہوئی،جس کی امامت حضرت مولانا زاہد الراشدی صاحب نے فرمائی۔جس میں اسلام آباد کے علماء،طلبا اور کثیر عوام نے شرکت فرمائی اور دوسری نماز جنازہ دوسرے دن خان پور میں ہوئی،جس کی امامت خانقاہ دین پور شریف کے سجادہ نشین حضرت مولانا میاں مسعود احمد صاحب نے کرائی،جس میں ملک بھر سے حضرت درخواستیؒ کے معتقدین،تلامذہ اور مریدین نے شرکت کی۔اس کے بعد دین پور شریف کے خاص قبرستان میں آپ کے والد کے پہلو میں آپ کی تدفین عمل میں آئی۔حضرت مولانا فداء الرحمٰن درخواستیؒ کا اصلاحی تعلق اپنے والد ماجد حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستی قدس سرہ سے تھا اور آپ اپنے والد صاحب سے مجاز تھے اور چاروں سلاسل میں بیعت فرماتے تھے اور حضرت درخواستی قدس سرہ،دین پور شریف کے خلیفہ غلام محمد نور اللہ مرقدہ سے مجاز بیعت تھے،جہاں آپ کی ننھیالی رشتہ داری بھی تھی،اسی لئے حضرت درخواستی نجیب الطرفین بھی کہلاتے تھے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ حضرت مولانا فداء الرحمٰن درخواستیؒ کی حسنات کو قبول فرمائے،آپ کو جنت الفردوس کا مکین بنائے،آپ کے کاز اور مشن پر آپ کی اولاد کو بھی گامزن فرمائے،آپ کے جتنے بھی ادارے ہیں،اللہ تعالیٰ سب کے فیض کو عام وتام فرمائے اور امت مسلمہ کی دینی راہبری وراہنمائی کا ذریعہ اور وسیلہ بنائے آمین۔بجاہ حرمة النبی الکریم۔

وصلی اللّٰہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہٖ سیّدنا محمد وعلیٰ آلہ وصحبہ اجمعین

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عدل وانصاف!

الحمد للّٰہ و کفیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ ... اما بعد...

عدل وانصاف ایک ایسا وصف ہے جس پر نظام عالم اوراس کی درستی موقوف ہے،خود اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کے لئے یہ وصف قرآن کریم میں ذکر کیا ہے،جس کا مطلب یہ ہے کہ یہ کارخانہ عالم اوراس کا ٹھیک ٹھیک نظام اللہ تعالیٰ کے عدل وانصاف کے بل بوتے پر چل رہا ہے، لہٰذا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی یہ وصف اپنے پورے کمال کے ساتھ موجود تھا۔

عدل وانصاف حکومت وسلطنت کے لئے ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتا ہے،لیکن اس کا تعلق انسان کی اجتماعی اورانفرادی زندگی اور زندگی کے ہر شعبہ سے نہایت قوی ہے۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان تمام چیزوں میں عدل وانصاف کے اس بلند ترین مرتبہ پر تھے کہ اس سے بلند کا تصور نہیں ہوسکتا، چناں چہ آپ کی انفرادی زندگی اوراس کا ہر گوشہ عدل کا کامل نمونہ تھا،آپ بیک وقت نبی ورسول بھی تھے، حاکم وبادشاہ بھی اور قاضی ومنتظم بھی،شوہر بھی تھے اور باپ بھی، دوست بھی تھے اور مصلح بھی، کامل انصاف کے ساتھ ان تمام گوشوں پر عمل کرنا حق یہ ہے کہ آپ کا ہی منصب تھا،عدل کا حاصل یہ ہے کہ اس طرح عمل کیا جائے جس سے کسی کی ادنیٰ سی حق تلفی نہ ہو،آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس عدل پر انفرادی اوراجتماعی زندگی میں عمل فرماتے تھے، چناں چہ آپ اپنے جسم اطہر کا بھی حق ادا فرماتے اورروح مقدس کا بھی، آرام کے وقت آرام اور کام کے وقت کام کرتے تھے، آپ کھاتے پیتے بھی تھے اورروزے بھی رکھتے تھے، سوتے بھی جاگتے بھی، بخاری شریف کی روایت

مولانا سحبان محمود رحمۃ اللہ علیہ

میں ہے کہ چند حضرات صحابہؓ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت وغیرہ کا حال دیکھا تو کہنے لگے کہ آپ تو ہر گناہ اور عیب سے پاک ہونے کے باوجود ایسی عبادت کرتے ہیں، ہم گناہ گاروں کو تو اور زیادہ عبادت کرنی چاہئے، چنانچہ ان میں سے ایک صاحب نے یہ عہد کیا کہ وہ آئندہ بہت روزے رکھا کریں گے،دوسرے نے عہد کیا کہ وہ رات بھر نماز میں کھڑے رہ کر گزار دیا کریں گے اورتیسرے نے عہد کیا کہ وہ عمر بھر نکاح نہ کریں گے تاکہ فراغت کے ساتھ عبادت میں ہر وقت مشغول رہیں۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا علم ہوا تو آپ نے ایک عام خطاب کے ذریعے ان کی اصلاح فرمائی، پھر فرمایا کہ مجھے تو دیکھو،میں روزہ رکھتا بھی ہوں چھوڑتا بھی ہوں، سوتا بھی ہوں نماز بھی پڑھتا ہوں، مطلب یہ ہے کہ زندگی میں اعتدال و توازن برقرار رکھا جائے، یہی اس کے ساتھ عدل وانصاف ہے۔

عدل وانصاف کا نازک پہلو وہ ہوتا ہے کہ خود اپنی ذات کے معاملے میں راستی اورحق پرستی کے ساتھ اس پر قائم رہے۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس میں بھی سب سے ممتاز ہیں، آپ سب سے پہلے اپنی ذات کے ساتھ عدل کا معاملہ فرماتے۔حدیث میں ہے کہ ایک یہودی نے آپ سے اپنے قرض کا مطالبہ کیا اور گستاخانہ رویہ اختیار کیا،حضرت عمرؓ نے اس کو سزا دینے کی اجازت طلب کی تو آپ نے اجازت نہ دی۔ اسی طرح ایک بدو نے سختی کے ساتھ آپ سے قرض کا مطالبہ کیا،حضرات صحابہ کرامؓ نے اس سے کہا کہ تو جانتا ہے تو کس سے اس طرح بات کر رہا ہے؟ اس نے کہا کہ میں تو اپنا حق مانگ رہا ہوں۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا کہ اس کو کچھ نہ کہو،حق دار کو بولنے کا حق ہے۔ایک گوشہ نشین کے لئے عدل وانصاف سے کام لینا آسان ہوتا ہے،لیکن جس کا تعلق اہل وعیال، خاندان دوست احباب اور مختلف مزاج کے بے شمار لوگوں سے ہو تو اس حالت میں عدل وانصاف پر پورا اترنا نہایت دشوار ہو جاتا ہے۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس میدان میں بھی سب سے آگے تھے، آپ اپنی بے انتہا تبلیغی اور اصلاحی مشغولیتوں کے باوجود اہل وعیال وغیرہ کے معاملہ میں پورا پورا عدل فرماتے۔کیا

مجال کہ یہ جھکاؤ کسی ایک طرف آپ سے ظاہر ہوا ہو۔ایک مرتبہ آپ حضرت عائشہؓ کے پاس تھے، آپ کی کسی دوسری زوجہ محترمہ نے ایک پیالہ میں کھانے کی کوئی چیز آپ کو بھیجی، حضرت عائشہؓ نے غیرت کے مارے اس پیالہ پر ہاتھ مارا، جس سے وہ گر کر ٹوٹ گیا تو آپ نے حضرت عائشہؓ کے گھر سے ایک پیالہ ان کے یہاں بھجوایا۔

اسی طرح عدل وانصاف کے معاملے میں نہ رشتہ داری آڑے آتی تھی نہ دوستی۔ایک دفعہ قریش کی کسی عورت نے چوری کر لی اور وہ چوری ثابت بھی ہوگئی، قریش کی عزت کی وجہ سے بعض لوگ چاہتے تھے کہ چور سزا سے بچ جائے اور کسی طرح یہ معاملہ دب جائے۔حضرت اسامہؓ بن زید جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خاص محبوب تھے، ان سے لوگوں نے کہا کہ آپ اس معاملہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سفارش کر دیجیے کہ اس کو معاف فرمادیں، انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے معاف کرنے کی سفارش کی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر غضب ناک ہو گئے اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے قانون حد میں سفارش کرتے ہو؟! بنی اسرائیل اسی کی بدولت تباہ ہوئے کہ وہ غریبوں پر قانون نافذ کرتے اور بڑے لوگوں سے درگزر کرتے تھے، پھر فرمایا کہ قانون خداوندی کی زد میں (خدا نہ کرے) اگر میری جگر گوشہ فاطمہؓ بھی آجائے گی تو میں اس پر وہ قانون جاری کردوں گا۔

... آپ کو ہر وقت عرب کے مختلف قبائل اور دوسرے لوگوں سے واسطہ رہتا تھا، ان میں دوست بھی تھے دشمن بھی، جان نثار بھی تھے اور خون کے پیاسے بھی، لیکن جب عدل وانصاف کا معاملہ آتا تو بلا امتیاز آپ حق کے مطابق فیصلہ فرماتے۔ابوداؤد میں ہے کہ صخرہ ایک قبیلہ کے سردار اور بڑے با اثر شخص تھے، انہوں نے اہل طائف کو مجبور کر کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مطیع وفرماں بردار بنایا تھا، جو ایک عظیم احسان تھا، لیکن جب صخرہ کے خلاف بعض حضرات نے ایک مقدمہ آپ کے سامنے پیش کیا تو آپ نے ان کے خلاف فیصلہ دیا اور ان کے احسان کی پروانہ کی...

یہودیوں کی دشمنی آپ سے اور اہل اسلام سے کوئی پوشیدہ چیز نہ تھی، لیکن جب عدل وانصاف کا مسئلہ آجاتا اور یہودی حق پر ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسی کے حق میں فیصلہ فرماتے۔مسند احمد کی روایت میں ہے کہ ایک صحابی جن کا نام ابوحداد تھا، ایک یہودی کے مقروض ہوگئے۔اس نے اپنے قرض کا مطالبہ کر دیا، ان کے پاس بدن کے کپڑوں کے علاوہ کچھ نہ تھا، جس سے اس کا قرض ادا کرتے، انہوں نے اس یہودی سے مہلت طلب کی، لیکن وہ نہ مانا اور ان کو پکڑ کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لایا، آپ نے پوری کارروائی سن کر اپنے جان نثار صحابی سے فرمایا کہ اس کا قرض ادا کردو، انہوں نے عذر کیا کہ میرے پاس ان کپڑوں کے سوا کچھ بھی نہیں، آپ نے پھر یہی حکم دیا (جس کا مطلب یہ تھا کہ بقدر ضرورت بدن کے کپڑے رکھ کر باقی سے قرض ادا کردو) چناں چہ انہوں نے اپنا تہبند اتار کر عمامہ کی جگہ باندھ لیا اور اس تہبند سے قرض ادا کر دیا۔اسی طرح خیبر میں جہاں تمام آبادی یہودیوں کی تھی، ایک صحابی مقتول پائے گئے، قاتل کا علم نہ ہو سکا۔ظاہر ہے کہ قاتل کوئی یہودی ہوگا۔مقتول کے وارثوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں استغاثہ کیا اور اپنا شبہ یہودیوں پر ظاہر کیا، مگر کوئی ثبوت مہیا نہ کرسکے، آپ نے یہودیوں سے کچھ نہ کہا اور بیت المال سے دیت ادا کردی۔

اسی عدل وانصاف کا یہ اثر تھا کہ مسلمان تو ایک طرف، یہودی بھی، جو آپ کے جانی دشمن تھے، اپنے مقدمات آپ ہی کی بارگاہِ عدالت میں لاتے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم انصاف کے ساتھ فیصلہ فرماتے اور وہ خوش خوش واپس جاتے، یہودیوں نے اپنے یہاں بڑے اور چھوٹے کا امتیاز قائم کر رکھا تھا، کمزور قبیلہ والے سے قصاص لے لیتے اور طاقتور قبیلہ والے کو چھوڑ دیتے، ایسا ہی ایک مقدمہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا گیا تو آپ نے طاقتور قبیلہ سے قصاص دلوایا، اسی لئے اہل اسلام کے نزدیک یہ طے شدہ بات ہے کہ اس روئے زمین پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ اور کوئی عدل وانصاف کرنے والا نہیں۔

آپ نے اسی عدل وانصاف پر حکومت و سلطنت کی بنیاد رکھی، جو اس قدر مضبوط اور مستحکم تھی کہ ایک ہزار سال تک نہ کوئی زلزلہ اس کو ہلا سکا، نہ کسی طوفان سے اس میں رخنہ پیدا ہوا، اگر عدل وانصاف کا معیار قائم رہتا تو رہتی دنیا تک ایسی حکومت کو کوئی مٹا نہیں سکتا تھا۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو نیکی پر اور عدل و انصاف پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین ثم آمین۔☆☆

جہیز کی رسم اور اس کا پس منظر!

خطاب: حضرت مولانا محمد فیاض خان سواتی
ضبط وترتیب: محمد حذیفہ خان سواتی

اسلام ایک ایسا مذہب ہے جس میں مسلمانوں کے لئے مشکلات نہیں رکھی گئیں، آسانیاں اور سہولتیں رکھی گئی ہیں، کسی پر زیادہ بوجھ نہیں ڈالا گیا، جتنی کسی کی استطاعت ہوتی ہے، اسی کے بقدر اللہ تبارک وتعالیٰ بوجھ ڈالتے ہیں، جس خدا نے پیدا کیا ہے اس کو معلوم ہے کہ انسان کتنا بوجھ برداشت کرسکتا ہے، چنانچہ شادی کے حوالہ سے جو سب سے خطرناک رسم آج کے زمانہ میں پائی جاتی ہے وہ جہیز ہے، میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اسلام کے ابتدائی دور میں اس کی کیا کیفیت تھی اور ہمارے دور میں اس کی کیفیت کیا ہے؟

حضور اکرم ﷺ کی ازواج مطہراتؓ اور بیٹیوں کا جہیز:

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات والا صفات ہمارے لئے نمونہ، اسوہ اور مثال ہے۔ آپ کی ازواج مطہراتؓ کی آپ کے ساتھ شادی ہوئی، لیکن بیشتر ازواج مطہراتؓ کا کوئی جہیز نہیں تھا۔ آپ حدیث اور تاریخ کی کتابوں کو اٹھا کر دیکھیں تو کسی کے جہیز کا تذکرہ نہیں ملے گا۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چار بیٹیاں تھیں، سب سے بڑی حضرت زینب رضی اللہ عنہا، دوسرے نمبر پر حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا، تیسرے نمبر پر حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا اور چوتھے نمبر پر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا تھیں۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی شادی بھی کی ہیں، لیکن ان کا بھی کوئی جہیز نہیں تھا۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے جہیز کے بارہ میں جو لوگ استدلال کرتے ہیں، اس بابت بھی میں عرض کرتا ہوں کہ اس کی کیفیت کیا تھی؟ آیا وہ جہیز تھا بھی یا نہیں، چنانچہ صرف ”طبقات ابن سعد“ کی ایک روایت میں آتا ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جو سب سے بڑی بیٹی حضرت زینب رضی اللہ عنہا تھیں، جب ان کا نکاح حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہوا تو ان کی رخصتی کے وقت حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجۂ محترمہ ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے ان کو اپنا ایک قیمتی ہار دیا تھا، یعنی ماں نے بیٹی کو اپنا ہار دیا اس کا ذکر ملتا ہے، لیکن جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ دیا، اس کا کوئی ذکر نہیں ملتا۔ اسی طرح جب دوسری بیٹیاں حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا یہ دونوں یکے بعد دیگرے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عقد نکاح میں آئیں تو ان کو بھی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی جہیز نہیں دیا، جبکہ چوتھی بیٹی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ چیزیں دی تھیں، سردست میں یہی سمجھانا چاہتا ہوں کہ وہ جہیز تھا یا اس کی کیفیت کچھ اور تھی، یہ بہت اہم اور سمجھنے والی بات ہے۔

سنت کے نام پر دھاندلی:

بعض لوگ یہ استدلال کرتے ہیں کہ جہیز دینا سنت ہے کیونکہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیٹی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو جہیز دیا تھا، ہم کہتے ہیں ٹھیک ہے، آپ کی بات مان لیتے ہیں، لیکن جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیٹی کو جو دیا تھا آپ بھی وہی دیں تو پھر ہم مانیں کہ یہ سنت ہے، لیکن سنت کا لفظ جہیز کے لئے جناب رسول اللہ صلی اللہ لعیہ وسلم کی طرف نسبت کرتے ہوئے استعمال کرنا اور اس کے ذیل میں جہیز وہ دینا یا لینا جو آج کل چل رہا ہے اس کو کون سنت کہے گا؟ یہ سنت کے نام پر بہت بڑی دھاندلی ہے۔ جہیز ایک ہدیہ اور عطیہ ہوتا ہے اور ایک قسم کا تعاون ہوتا ہے، ایک بچہ اور بچی جو نیا گھر آباد کررہے ہیں، نئے گھر کے لئے ان کی جو ضروریات ہوتی ہیں اس میں حسب توفیق والدین تعاون کردیتے ہیں، غرضیکہ یہ ہدیہ اور عطیہ ہوتا ہے جو صرف ایک مباح امر ہے، جسے آدمی اپنی حیثیت کے مطابق دے تو کوئی حرج نہیں، چنانچہ حضرت عثمانؓ کے تذکرہ میں آتا ہے کہ وہ مال دار اور صاحب ثروت تھے، انہوں نے جب اپنی بیٹی ام ابان کا نکاح اپنے چچازاد مروان بن حکم کے ساتھ کیا تو اس کا جو والد حکم تھا وہ مالی لحاظ سے کمزور تھا، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنی ذاتی گرہ سے اسے ایک لاکھ درہم دیا اور جس کے ساتھ بیٹی کا

رشتہ کیا یعنی مروان بن حکم، وہ بھی مالی لحاظ سے کمزور ہی تھا، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس کو بھی ایک لاکھ درہم دیا کہ تم اپنا گھر بناؤ اور دیگر ضروریات پوری کرو، لیکن ہم لوگوں نے آج کل کے دور میں جو جہیز کا لین دین شروع کر رکھا ہے اس پر سنت کے لفظ کو استعمال کر کے ہم نے سنت کا مذاق اڑایا ہے۔

حضرت فاطمہؓ کے جہیز کا مسئلہ:

سب سے پہلے یہ عرض کرتا ہوں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی شادی پر ان کو کیا دیا تھا، آیا وہ جہیز تھا بھی یا نہیں؟ یہ بات ذہن میں رکھیں کہ وہ پانچ سات چیزیں تھیں۔ صحاح ستہ کی مشہور کتاب ”نسائی شریف“ میں چار چیزوں کا ذکر آتا ہے، جبکہ تاریخ کی اور دیگر کتابوں کو ساتھ شامل کرلیں تو صرف آٹھ دس چیزیں بن جاتی ہیں، جن کو میں سمجھانے کے لئے مختصراً اس طرح عرض کروں گا کہ ان میں دو یمنی چادریں تھیں اور ان کے علاوہ نہالی جن میں اُلسی کی چھال بھری ہوئی تھی، یہ کل چار چادریں تھیں، چار بستر یعنی گدے تھے، ایک کمبل تھا، ایک پانی والی مشک تھی، ایک تکیہ تھا، ایک پیالہ تھا، ایک چکی تھی، ایک گھڑا تھا، دو چاندی کے بازو بند تھے، بعض روایات میں ایک چارپائی یا پلنگ کا بھی ذکر آتا ہے، یہ چیزیں حضرت فاطمہؓ کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دی تھیں، اگر جہیز سنت ہے اور ہم اس کو سنت سمجھتے ہیں تو ہمیں بھی یہی کچھ دینا چاہئے اور اسی حد تک رہنا چاہئے، ہم جو لے اور دے رہے ہیں اور اس پر سنت کا لفظ استعمال کر رہے ہیں یہ تو بہت ہی غلط طریقہ کار ہے۔

اب میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی پہلی تین بیٹیوں کو کچھ نہیں دیا، حالانکہ آپ کا فرمان مبارک حدیث کی کتابوں میں مذکور ہے جیسا کہ طبرانی شریف میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی روایت میں ہے کہ ”سووا بین اولادکم فی العطیة“ ... اپنی اولاد کے درمیان عطیہ میں برابری کرو... اور صحیحین یعنی بخاری و مسلم میں یہ الفاظ آتے ہیں: ”اعدلوا بین اولادکم“... اپنی اولاد کے درمیان انصاف کرو... چنانچہ یہ برابری تو تب ہی کہلا سکتی تھی کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو جو دیا، حضرت زینب رضی اللہ عنہا، حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کو بھی وہی کچھ دیا ہوتا، العیاذ باللہ! کیا ہم یہ کہیں گے کہ حضور نے اپنی اولاد میں برابری نہیں کی؟ لہٰذا یہ بات سمجھنے والی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تین بیٹیوں کو کچھ نہیں دیا اور حضرت فاطمہؓ کو کچھ چیزیں دیں، اصل ماجرا کیا ہے؟ اس کا پس منظر یہ ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جو چچا ابوطالب تھے جن کا نام عبدمناف تھا، حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو انہوں نے اپنی پرورش میں لیا تھا، آپ انہی کی پرورش میں رہے اور ان کے ساتھ شام وغیرہ کے سفر بھی کئے، وہ صاحبِ اولاد تھے اور ان کی اولاد زیادہ تھی، لیکن مالی حیثیت بہت ہی کمزور تھی، اس وقت عرب کے دستور کے مطابق جو آدمی کمزور ہوتا تھا اس کے بھائی بھتیجے یا بھانجے اس کی اولاد کو اپنے ذمہ لے لیتے تھے اور اس کی تعلیم وغیرہ کے خرچے اور دیگر ضروریات کو پورا کرتے تھے، ابوطالب کی اولاد کو حضرت عباسؓ اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے باہم مشورہ سے ان کے بھائیوں اور بھتیجوں نے اسی دستور کے مطابق تقسیم کرلیا تھا، کسی بچے کو بھائی نے اور کسی کو بھتیجوں نے لے لیا، اسی تقسیم میں حضرت علیؓ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حصہ میں آئے، چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زیر کفالت اور زیر تربیت زندگی کا آغاز کیا، آپ تاریخ کی کتابوں میں پڑھتے ہیں کہ بچوں میں سب سے پہلے اسلام بھی انہوں نے ہی قبول کیا تھا، وہ آپ کے چچا زاد تھے اور آپ کے ساتھ ہی رہتے تھے، جب وہ بڑے ہوئے اور ان کی شادی کا موقع آیا اور ادھر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے چھوٹی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہ کی شادی کا موقع بھی آ گیا تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کا رشتہ کردیا، یعنی اپنے چچا زاد حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ اپنی بیٹی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی شادی طے کردی، اب یہاں دو باتیں سمجھنے والی ہیں، جن کا تفصیلی ذکر زرقانی ”علی المواہب میں موجود ہے کہ جب یہ شادی ہونے لگی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس کچھ نہیں تھا، ان کی مالی حیثیت بہت ہی کمزور تھی، انہوں نے اس شادی کے لئے اپنی ایک زرہ جو لوہے کا لباس ہوتا ہے جسے وہ جنگوں میں پہنتے تھے، چار سو اسی درہم میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ فروخت کیا، ایک درہم ساڑھے تین ماشے چاندی کا ہوتا ہے، چنانچہ انہوں نے وہ رقم حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو مہر معجّل کے طور پر دے دی اور پھر اس کو مہر فاطمی بھی اسی وجہ سے ہی کہتے ہیں، جنہیں آسانی کے لئے پانچ سو درہم کہہ دیا جاتا ہے، جو اصلاً چار سو اسی درہم میں

انہوں نے زرہ فروخت کی تھی۔

مہر معجّل اسے کہتے ہیں جو پہلے ہی پیشگی دے دیا جائے اور موجل اسے کہتے ہیں جو بعد میں دیا جائے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مہر معجّل دیا، حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی مالی حالت بھی اس وقت بہت کمزور تھی، یہ بڑا عجیب نکاح تھا، اس میں آپ دولہا اور دلہن دونوں کی جانب سے ولی تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ آپ کے زیر پرورش تھے، ان کی شادی بھی آپ کر رہے تھے اور اپنی بیٹی کی شادی بھی آپ ہی کر رہے تھے، دونوں طرف سے آپ ولی تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ذمہ داری بھی آپ پر تھی اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی بھی لیکن آپ کی ذاتی طور پر مالی حیثیت اتنی نہیں تھی، جب حضرت علی رضی اللہ عنہا نے اپنا مہر معجّل دے دیا تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی میں سے ان کے نئے گھر کی جو ضروریات تھیں وہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو پوری کر کے دے دیں، جیسا کہ میں نے آپ کو بتلایا ہے کہ وہ پانچ سات چیزیں تھیں کہ بچے نئے گھر میں آباد ہوں گے تو وہاں انہیں ان چیزوں کی ضرورت ہوگی، اس لئے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جو مہر معجّل دیا تھا، آپ نے اسی میں سے بطور ولی ان کے گھر کے لئے بندوبست کر دیا۔ آپ دونوں طرف سے سرپرست، منتظم اور ولی تھے، آپ نے خیال کیا کہ یہ دونوں میرے ہی بچے ہیں، ان کا گھر آباد ہو رہا ہے تو میں ان کے لئے ضرورت کی چیزیں مہیا کر دوں، لہٰذا یہ اصلاً جہیز نہیں تھا بلکہ یہ صرف بطورِ منتظم اور ولی کے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے گھر کو آباد کرنے کے لئے جو ضروری چیزیں تھیں وہ مہیا کی تھیں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مہر معجّل سے ہی دی تھیں، اس وجہ سے اس بابت یہ کہنا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو جہیز دیا تھا ایک تو یہ بات محل نظر ہے کہ اگر فاطمہ رضی اللہ عنہا کو جہیز دیا ہے تو باقی بچیوں کو کیوں نہیں دیا؟ اولاد کے درمیان برابری کیوں نہیں کی؟ لہٰذا یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ وہ جہیز نہیں تھا بلکہ وہ نکاح کی ایک خاص کیفیت تھی، آپ دونوں طرف سے ولی تھے اس لئے آپ نے ان کے لئے بندوبست کر دیا، ورنہ جو آج کل ہمارے ہاں مروجہ جہیز ہے، اس کے بارہ میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سخت وعید فرمائی ہے۔

مروجہ جہیز اور اس کی خرابیاں:

آپ دیکھتے ہی رہتے ہیں کہ ہمارے ہاں یہ چل رہا ہے کہ لڑکے والے ڈیمانڈ کرتے ہیں اور لڑکی والے اس کو پورا کرنے کی کوشش کرتے ہیں، چاہے ان کی حیثیت ہو یا نہ ہو، بسا اوقات تو قرض میں ڈوب جاتے ہیں اور زندگی بھر مقروض رہتے ہیں۔ دراصل بچوں والوں میں حد درجہ کا لالچ آ گیا ہے اور بچی والے معاشرے کے ہاتھوں مجبور ہو کر رہ گئے ہیں، اگر وہ ان کی ڈیمانڈیں پوری نہیں کرتے تو لوگ نہیں چھوڑتے کہ یہ تو کچھ لائی ہی نہیں، گھر والے بھی طعنے دیتے ہیں کہ یہ تو کچھ لائی ہی نہیں، جس کی وجہ سے ہر دن لڑائیاں ہوتی ہیں اور بچیاں گھروں میں ذہنی مریضہ بن کر رہ جاتی ہیں۔ ایک گھر میں اگر پانچ سات بھائی ہیں، ایک کا جہیز پچاس لاکھ کا آیا ہے اور دوسری کا دو لاکھ کا آیا ہے تو ظاہری بات ہے کہ وہ ساری زندگی ذہنی ٹینشن میں ہی مبتلا رہے گی، اس کو طرح طرح کے طعنے سننے پڑیں گے، اسی وجہ سے گھر خراب ہوتے ہیں اور طلاقیں ہو جاتی ہیں۔ ابھی گزشتہ ہفتہ میں مجھے گوجرانوالہ کے ایک ساتھی نے بتایا کہ اس کی شادی ہوئی تھی، سسرال والوں نے یہ ڈیمانڈ کی ہمیں کویت کا ویزہ دو، اس ساتھی نے مجھے بتایا کہ ہماری شادی صحیح چل رہی تھی، کوئی مسئلہ نہیں تھا لیکن ہماری اتنی حیثیت نہیں تھی، ہم کیسے ان کو کویت کا ویزہ دیتے؟ ہم کہتے رہے کہ کوشش کر رہے ہیں، لیکن انہوں نے کہا کہ جب تک تم ہمیں کویت کا ویزہ نہیں دو گے اس وقت تک ہماری بچی دوبارہ تمہارے گھر میں نہیں جائے گی، چنانچہ اسی جھگڑے پر طلاق ہو گئی، آپ لوگوں کی ذہنیت کا اندازہ کریں۔ میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اسلام کے ابتدائی دور میں یہ تکلفات نہیں تھے، آہستہ آہستہ امت کے لوگوں کے پاس جب مال آیا تو انہوں نے سرکشی اختیار

عبدالخالق گل محمد اینڈ سنز
گولڈ اینڈ سلور مرچنٹس اینڈ آرڈر سپلائرز
دکان نمبر N-91 صرافہ بازار میٹھادر کراچی
فون: 32545573

کیا۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی فرمایا ہے، ترمذی شریف کی روایت میں آتا ہے کہ ”وفتنة امتي المال“ میری امت کا فتنہ مال ہے، جب ان کے پاس مال آتا ہے تو یہ سرکشی اختیار کرتے ہیں، جیسا کہ میں نے بتلایا کہ جہیز پر سنت کا لفظ استعمال کرتے ہیں اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے جہیز کو مثال کے طور پر پیش کرتے ہیں اور دیتے اور لیتے وہ جہیز ہیں جو آپ دیکھ رہے ہیں۔

برصغیر کے مسلمان اور جہیز کی رسمِ بد:

ہمارے برصغیر میں مغلیہ دور سے پہلے مسلمانوں میں جہیز کی رسم اتنی نہیں تھی، مغل بادشاہ اکبر جس نے دین اکبری ایجاد کیا تھا، دکن کے ایک سلطان محمد قلی قطب شاہ اور اس قسم کے دیگر بادشاہوں اور فرمانرواؤں کی وجہ سے یہ رسم بد بامِ عروج تک پہنچ گئی، برصغیر میں مسلمان، ہندو اور دیگر مذاہب کے لوگ اکٹھے رہتے تھے اور ان کی تہذیبیں اور ثقافتیں اکٹھی ہی چل رہی تھیں، پاکستان بننے سے پہلے یہاں بھی ایسا ہی تھا، گوجرانوالہ میں آپ دیکھتے ہیں کہ کتنے ہندو اور سکھ تھے، ان کی عبادت گاہیں وغیرہ اب بھی یہاں موجود ہیں۔ غرضیکہ مختلف قسم کے لوگ اکٹھے ہی رہتے تھے، چنانچہ بادشاہ اکبر، محمد قلی قطب شاہ اور اس طرح کے دیگر بادشاہوں نے کہا کہ ایسا کرتے ہیں کہ مسلمان، ہندو اور دیگر مذاہب کے لوگ چونکہ یہاں اکٹھے رہ رہے ہیں تو ان میں اتحاد و اتفاق اور یگانگت برقرار رہے، اس لئے ان کو ایک دوسرے کی رسمیں اختیار کرنی چاہئیں، اس طرح ہندوؤں، سکھوں اور دیگر مذاہب کے لوگوں کی رسمیں، جو برصغیر میں رہتے تھے مسلمانوں میں آ گئیں، ان میں سے ایک رسم جہیز بھی تھی، یہ اصلاً ہندوؤں کی رسم ہے جو ان بادشاہوں کی کوششوں سے مسلمانوں میں آ گئیں، ہندوؤں میں یہ رواج تھا کہ جب وہ بچی کا رشتہ کرتے تو اس کو رخصت کرتے وقت جہیز دیتے، ان کا نقطۂ نظر یہ ہوتا تھا کہ ہم اس کو جہیز دے دیں گے تو پھر اس کے بعد اس کو وراثت نہیں دیں گے، گویا کہ ہندوؤں میں جہیز دینا اس بات کی علامت تھی کہ آئندہ اس بچی کو وراثت سے محروم کر دیا جائے گا، مسلمانوں میں جب یہ رسم آئی تو انہوں نے بھی ایسا ہی کیا، آپ دیکھتے ہیں کہ اکثر جب کسی بچی کو جہیز دیا جاتا ہے اور بعد میں جب وراثت کی بات ہوتی ہے تو کہتے ہیں کہ ہم نے اس کو جہیز دے دیا تھا، حالانکہ میں نے بتایا ہے کہ جہیز صرف ایک ہدیہ اور عطیہ ہے۔ اس کا وراثت سے کوئی تعلق نہیں ہے، بچی کی جتنی وراثت بنے گی وہ شرعاً اس کو دینی پڑے گی، یہ طریقہ اصلاً ہندوؤں سے مسلمانوں میں آیا ہے اور انہوں نے بالکل یہی طریقہ کار اختیار کیا ہے۔ جدید ہندو تو اب یہ کرتے ہیں اور ہندوستان میں آج کل یہ طریقہ کار چل رہا ہے جو آہستہ آہستہ پاکستان میں بھی آ رہا ہے کہ وہاں جس بچے اور بچی کا رشتہ یا منگنی ہوتی ہے تو لڑکے والے رشتے سے پہلے ہی بچی والوں کو ایک پوری لسٹ بنا کر دیتے ہیں کہ ہم یہ چیزیں جہیز میں لیں گے، جس میں بڑی بڑی ڈیمانڈیں ہوتی ہیں، گاڑی، اے سی، فریج، موٹر سائیکل، فلاں وفلاں چیزیں۔ یہ اصل میں ہندوؤں کا طریقہ ہے، لیکن اب مسلمانوں نے بھی یہ شروع کر دیا ہے۔ آپ اپنے معاشرہ اور سماج میں دیکھتے ہیں کہ جب یہاں شادیاں ہوتی ہیں تو سب سے بڑا مسئلہ جہیز کا ہی ہوتا ہے، بہت سی منگنیاں اس جہیز کی وجہ سے ہی ٹوٹ جاتی ہیں، بہت سی بچیاں جن کے والدین جہیز دینے کی پوزیشن میں نہیں ہوتے، وہ بچیاں بیٹھی بیٹھی بوڑھی ہو جاتی ہیں، اس کا کون ذمہ دار ہے؟ اس کا ذمہ دار ہمارا پورا معاشرہ ہے اور ہم میں سے ہر ہر فرد ہے، اسلامی حکومتیں بھی اس کی ذمہ دار ہیں جو اس سلسلہ میں کچھ نہیں کرتیں، وہ سب کے لئے برابری کا کوئی قانون نہیں بناتیں، قرون اولیٰ کے خلفاء ہمارے لئے نمونہ ہیں۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کا دورِ خلافت اٹھا کر دیکھ لیں، جب عدل و انصاف عروج پر تھا، انہوں نے مہر بھی متعین کر دیا تھا کہ اس سے زیادہ مہر نہ دیا جائے، کیونکہ اس سے لوگوں پر بوجھ پڑتا ہے۔

(بشکریہ ماہنامہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ، جنوری ۲۰۲۰ء)

سو سال سے زائد بہترین خدمت
ESTD 1880
ABS
ABDULLAH
BROTHERS SONARA
عبداللہ برادرز سونارا
Formerly: H. Elyas Sonara
Shop: NP 2/73, Bhangnari Street, Sarafa Bazar,
Mithader, Karachi. Ph:32546455, Cell:0301-2352363

راہِ حق میں صحابیاتؓ کا کردار

محترمہ اُمِ حسن

اسلام کی تاریخ میں تبلیغ دین کے لئے مردوں کے ساتھ خواتین کا کردار بھی نمایاں ہے۔ قبولِ اسلام میں پیش آنے والی مشقتیں ہوں یا دین پر چلنے میں مجاہدات برداشت کرنے کا حوصلہ یا پھر دین پھیلانے کے لئے قربانیاں دینے کا وقت، مردوں کی طرح خواتین بھی ہر میدان میں اپنے دائرہ کار میں سرگرم نظر آئیں، حتیٰ کہ اسلام کی خاطر جانوں کا نذرانہ پیش کرنے سے بھی دریغ نہیں کیا۔

غمگسار وجاں نثار بیوی:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی تصدیق کا اولین شرف ایک عورت ہی کے حصے میں آیا ہے۔ پہلی وحی نازل ہونے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اضطراری کیفیت طاری تھی، اس موقع پر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے جو تسلی بخش اور حوصلہ افزا کلمات کہے ان سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طبیعت کا بوجھ بہت ہلکا ہوا۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی زندگی فہم وفراست، حکمت تدبر، خدمت واطاعت، رحم دلی اور غریب پروری کی عظیم مثال ہے۔ آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد تقریباً نو سال زندہ رہیں۔ اس تمام مدت کے دوران اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہر طرح کے مصائب کو نہایت ہمت سے برداشت کیا، اپنے غیر مسلم رشتہ داروں کے طعن وتشنیع اور ملامت سہی اور اپنا سارا مال تبلیغ دین میں لگا دیا۔ کفار مکہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بنو ہاشم اور بنو مطلب سمیت شعب ابی طالب میں محصور کیا، ان لوگوں تک کھانے پینے اور دیگر ضروریات زندگی پہنچانے پر پابندی لگائی تو حضرت خدیجہؓ بھی اس مصیبت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھیں۔ اس جان لیوا آلام و مصائب کا عرصہ پورے تین برسوں پر محیط تھا، جسے آپ نے بڑے ہی صبر واستقامت کے ساتھ برداشت کیا، لیکن اس دوران غذائی کمی اور دیگر مصائب کا شکار ہوکر نہایت بیمار اور کمزور ہوگئیں یہاں تک کہ جان جانِ آفریں کے سپرد کردی اور اس جہاں سے رخصت ہوئیں۔

امت کی فقیہہ:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اپنی ہم عصر صحابیات میں سب سے زیادہ ذہین تھیں۔ آپ اپنی ذہانت، فطانت اور وسعت علمی کی بنا پر منفرد مقام رکھتی تھیں۔ آپ کے شاگردوں کی تعداد تقریباً آٹھ ہزار ہے جبکہ آپ سے مروی احادیث کی تعداد ۲۲۱۰ ہے۔ آپ خداداد ذہانت اور حیرت انگیز حافظہ کی مالکہ تھیں۔ قرآن پاک کی حافظہ ہونے کے ساتھ آپ کو علم طب، قرآن و حدیث اور فقہی علوم پر بھی دسترس حاصل تھی۔ بڑے بڑے جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین اپنے اختلافی مسائل کو آپ کے سامنے پیش کرتے تو آپ اپنی بصیرت اور وسعت علمی کی وجہ سے ان مسائل کو حل فرمادیتی تھیں۔

اسلام کی اول شہید خاتون:

حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا اسلام میں درجۂ شہادت پانے والی پہلی خاتون ہیں۔ آپ اپنے شوہر حضرت یاسر بن عامرؓ اور اپنے بیٹے حضرت عمار بن یاسرؓ کے ہمراہ ایمان لائی تھیں۔ اسلام کا یہ دور مصائب و آلام کا دور تھا۔ آپ کا تعلق غلام خاندان سے تھا، آپ ایک بوڑھی اور کمزور سی خاتون تھیں، اس کے باوجود آپ کو کفار کے شدید غیظ وغضب کا سامنا کرنا پڑا۔ شوہر اور بیٹے کے ساتھ آپ کو بھی لوہے کی زرہیں پہنا کر مکہ کی گرم تپتی ہوئی ریت پر لٹانا، سینے پر بھاری پتھر رکھنا، کمر کو آگ کے انگاروں سے داغنا کفار کا معمول تھا۔ آپ کے پیچھے شریر بچوں کو لگا دیا جاتا جو آپ کو پتھر مارا کرتے تھے۔ ان تمام مصیبتوں کو سہنے کے باوجود آپ کے جذبۂ ایمان میں ذرہ برابر لغزش پیدا نہ ہوئی۔ ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو اور آپ کے خاندان کو اس مصیبت میں مبتلا دیکھا تو فرمایا: ”اے آل یاسر! صبر کرو، تمہارے لئے جنت کا وعدہ ہے۔“ راہِ حق پر ان کے صبر واستقامت کو دیکھ کر ایک دن ابوجہل نے طیش میں آکر ان کو رسیوں سے باندھا پھر ان کے

پیٹ کے نچلے حصے میں برچھی گھونپی جس سے خون کا فوارہ پھوٹ پڑا، پہلے تکلیف کی شدت سے، پھر سارا خون بہہ جانے کے باعث ایسی نڈھال ہوئیں کہ دوبارہ اٹھ نہ سکیں۔ یوں مکہ کی ایک بوڑھی کمزور خاتون راہِ حق میں شہید ہوکر لاکھوں زورآور مردوں کو پیچھے چھوڑ گئیں۔

پیکرِ عزم واستقلال:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ مدینہ منورہ کی جانب ہجرت کے وقت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنی صاحبزادی حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کو آپ کا رازدار بنایا تھا۔ اس وقت آپ بہت کم عمر تھیں۔ جب کفار کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مکہ مکرمہ سے ہجرت کرجانے کی خبر ملی تو ابوجہل سیدھا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر آیا اور حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کو ڈرا دھمکا کر پوچھنے لگا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کس طرف گئے ہیں؟ عزم وہمت کی پیکر اس بچی نے کچھ نہ بتایا۔ اس پر ابوجہل نے آپ کے منہ پر اس زور سے طمانچہ مارا کہ آپ کے کان سے بالی ٹوٹ کر دور جاگری۔ جب تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ غارِ ثور میں رہے، آپ نہایت رازداری کے ساتھ ان دونوں کے لئے کھانا لے جاتی رہیں۔

جب حجاج بن یوسف کا دور آیا اور اس نے عوام پر ظلم کے پہاڑ توڑے تو بڑھاپے کے باوجود ایسی باہمت و بہادر تھیں کہ اس ظالم گورنر کو اس کے منہ پر کھری کھری سناتے ہوئے ذرا بھی نہ ڈریں۔ حجاج بن یوسف نے آپ کے بیٹے حضرت زبیر بن العوام کو شہید کرکے ان کی لاش سولی پر لٹکادی تو آپ نے حجاج سے کہا: اے جابر سلطان! تو نے میرے بیٹے کی دنیا برباد کی، مگر اس نے تیری آخرت برباد کردی۔

ماں ایسی بھی ہوتی ہے:

حضرت خنساء رضی اللہ عنہا عرب کی مشہور مرثیہ گو شاعرہ تھیں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں جنگ قادسیہ لڑی گئی تو آپ اپنے چاروں جوان بیٹوں کے ساتھ شریک ہوئیں اور اپنے بیٹوں کو دشمن فوج کا ڈٹ کر مقابلہ کرنے کی نصیحت کی۔ آپ کے بیٹوں نے ماں سے کئے گئے وعدے کی لاج نبھائی اور بہادری کا مظاہرہ کرتے ہوئے ایک کے بعد ایک چاروں شہید ہوگئے۔ جب آپ کو بیٹوں کی شہادت کی خبر ملی تو فرمایا: اے اللہ! تیرا شکر ہے کہ تو نے میرے بیٹوں کو شہادت کا درجہ عطا فرمایا۔ مجھے اللہ کی رحمت سے امید ہے کہ اپنے بچوں سے اللہ کی رحمت کے سائے تلے ملاقات کروں گی۔

خاموش مبلغہ:

اعلیٰ کردار تبلیغ کا موثر ذریعہ ہے، اسی کردار کو دیکھ کر بہت سے صحابہ کرام دائرہ اسلام میں داخل ہوئے، جیسے: حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اپنی بہن کے جذبۂ ایمانی سے متاثر ہوکر اسلام لائے۔

حضرت عمرؓ کو اطلاع ملی کہ ان کی بہن فاطمہؓ بنت خطاب نے اسلام قبول کرلیا۔ یہ سنتے ہی غصے میں بھرے بہن کے گھر پہنچے، بہن اور بہنوئی نے حضرت عمرؓ کی آواز سنی تو قرآن پاک کے اوراق جن کی تلاوت کررہے تھے چھپا کر دروازہ کھول دیا۔ آتے ہی پوچھا کیا پڑھ رہی تھیں؟ بہن نے پوچھا کیوں؟ کہا: مجھے علم ہوچکا ہے کہ تم نے باپ دادا کے دین کو ترک کرکے محمد کے دین کو اختیار کرلیا ہے۔ یہ کہہ کر بہنوئی کو پیٹنا شروع کردیا۔ جب بہن چھڑانے آئیں تو انہیں بھی اس قدر مارا کہ سر پھٹ گیا۔ بہن نے کہا: عمر جو دل میں آئے کرو، بے شک! میں مسلمان ہوچکی ہوں، جان سے ماردو گے تو بھی اسلام نہیں چھوڑوں گی۔ بہن کے جذبے نے حضرت عمرؓ کے دل کو گھائل کردیا۔ کہنے لگے: مجھے دکھاؤ جو تم پڑھ رہے تھے۔ بہن نے کہا: پہلے غسل کرو، پھر اس مقدس چیز کو ہاتھ لگانا۔ حضرت عمرؓ نے غسل کیا، تو حضرت فاطمہؓ نے سورۂ طٰہٰ کے اوراق نکال کر ان کے حوالے کئے، پڑھا تو وجد طاری ہوگیا، بے اختیار پکار اٹھے یہ کسی انسان کا کلام نہیں۔ وہاں سے اٹھ کر سیدھے دارِ ارقم پہنچے۔ دروازہ اندر سے بند تھا، دستک دی، اندر سے پوچھا گیا کون ہے؟ جواب دیا: عمر بن خطاب۔ یہ سن کر اندر خاموشی چھاگئی کہ خدا خیر کرے۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: دروازہ کھول دو، اگر اسلام قبول کرنے آیا ہے تو بسم اللہ ورنہ اسی کی تلوار سے اس کا سر اڑا دیا جائے گا۔ حضرت عمر نے جیسے ہی اندر قدم رکھا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عمر! کب تک لڑتے رہو گے؟ آؤ مسلمان ہوجاؤ۔ حضرت عمرؓ نے فوراً کہا: ''اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ واشھد ان محمداً رسول اللّٰہ'' یہ سنتے ہی نہ صرف حاضرین بلکہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس قدر خوش ہوئے کہ زبان مبارک سے اللہ اکبر کا نعرہ نکل گیا۔

انوکھی میزبان:

حضرت ام شریک رضی اللہ عنہا ایک

دولت مند خاتون تھیں۔ اسلام کے ابتدائی دور میں ایمان لانے والوں میں اکثریت کا تعلق غریب طبقے سے تھا، لیکن آپ مالدار ہونے کے باوجود ایمان لائیں، اپنی دولت اسلام کے لئے وقف کی اور خود مصائب وآلام کی زندگی گزاری۔

آپ نومسلم افراد کو پناہ دیتیں اور خفیہ طور پر عورتوں میں تبلیغ کرتی تھیں۔ آپ کی دینی سرگرمیوں کا علم آپ کے قبیلے کو ہوا تو انہوں نے آپ پر بے پناہ تشدد شروع کردیا۔ آپ کو تخت گرمیوں کی دھوپ میں باہر باندھ کر کھڑا رکھتے، کھانے کو روٹی پر شہد لگا کر دیتے تاکہ خوب پیاس لگے، جب پانی مانگتیں تو کئی کئی وقت پانی نہیں پلاتے۔ ایک مرتبہ آپ کو اتنا مارا کہ کئی دن تک بے ہوش رہیں۔

بالآخر آپ کو مکہ مکرمہ سے نکال دیا۔ مدینہ منورہ ہجرت فرماکر آپ نے دوبارہ اپنے گھر کو مسلمانوں کا مہمان خانہ بنادیا، جہاں وہ ٹھہرتے بھی تھے اور دین بھی سیکھتے تھے۔

صحابیاتؓ نے خواتین ہوکر راہِ حق میں جو کردار ادا کیا وہ لاکھوں مرد مل کر نہ کرسکے۔ دین اسلام کی نشر واشاعت میں اور دین اسلام کے احکامات پر استقامت سے جمے رہنے کے لئے انہوں نے وہ ظلم وستم برداشت کئے کہ آج کے مردوں کی ہمت مردانہ ان کے آگے شرمسار ہے۔

پیاری بہنو اور محترم ماؤں! ان خواتین کی ہمت دلیرانہ ہمیں ترغیب دیتی ہے کہ ان کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے راہِ حق میں ہمارا ہر قدم تیز گام اور ثابت قدم ہو، کیونکہ ہمیں قیامت کے دن ان کے آگے سرخرو بھی تو ہونا ہے۔

☆☆.....................☆☆

غیرت مند حکمران

یعقوب بن جعفر بن سلیمان بیان کرتے ہیں کہ عموریہ کی جنگ میں وہ معتصم کے ساتھ تھے۔ عموریہ کی جنگ کا پس منظر بھی انتہائی دلچسپ ہے۔ ایک پردہ دار مسلمان خاتون عموریہ کے بازار میں خریداری کے لئے گئی۔ ایک عیسائی دکاندار نے اسے بے پردہ کرنے کی کوشش کی، اس نے بے بسی کے عالم میں پکارا... ”وامعتصما“ ...ہائے معتصم! میری مدد کو پہنچو... سب دکاندار ہنسنے لگے، اس کا مذاق اڑانے لگے کہ سینکڑوں میل دور معتصم تمہاری آواز کیسے سنے گا؟ ایک مسلمان یہ منظر دیکھ رہا تھا۔ اس نے کہا: میں اس کی آواز معتصم تک پہنچاؤں گا، پھر وہ دن رات سفر کرتا ہوا معتصم تک پہنچا اور اسے سارا ماجرا سنایا۔ یہ سن کر معتصم کا چہرہ غصے سے سرخ ہوگیا، وہ بے چینی سے چکر لگانے لگا پھر اپنی تلوار ہاتھ میں لے کر اونچی آواز سے بولا: میری بہن! میں حاضر ہوں، میری بہن! میں حاضر ہوں۔

اس نے فوراً لشکر تیار کرنے کا حکم دے دیا، ادھر مسلمانوں کی آمد کا سن کر رومی قلعہ بند ہوگئے۔ ایک بدبخت رومی روز فصیل پر نمودار ہوتا اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرتا۔ مسلمانوں میں شدید اشتعال پھیل گیا، وہ اتنے فاصلے پر تھا کہ مسلمانوں کے تیر وہاں تک نہ پہنچ پاتے۔ مجبوراً انہیں اس کے انجام سے دوچار کرنے کے لئے قلعہ فتح ہونے کا انتظار کرنا پڑا، جبکہ مسلمانوں کی خواہش تھی کہ اسے ایک لمحے سے پہلے جہنم رسید کردیا جائے۔

یعقوب بن جعفر کہنے لگے: ان شاءاللہ! میں اسے واصل جہنم کروں گا۔ ایک دن انہوں نے تاک کر ایسا تیر مارا جو سیدھا اس کی شہ رگ میں گھس گیا، وہ تڑپا، گرا اور واصل جہنم ہوگیا۔ مسلمانوں نے بلند آواز سے اللہ اکبر کہا اور ان میں خوشی کی ایک لہر دوڑ گئی۔ معتصم بھی بہت خوش ہوا، اس نے کہا: تیر مارنے والے کو میرے پاس لایا جائے۔

یعقوب بن جعفر معتصم کے پاس پہنچے تو اس نے کہا: ”گستاخ رسول کو جہنم رسید کرنے کے عمل کا ثواب مجھے فروخت کردیں“ میں نے کہا: امیر المومنین! ثواب بیچا نہیں جاتا، وہ کہنے لگا: اگر آپ آمادہ ہوں تو میں ایک لاکھ درہم دینے کے لئے تیار ہوں۔ میں نے کہا: میں ثواب نہیں بیچوں گا۔ وہ مالیت بڑھاتا رہا، یہاں تک کہ اس نے مجھے پانچ لاکھ درہم کی پیشکش کردی، میں نے کہا: اگر آپ ساری دنیا بھی دے دیں، تب بھی میں ثواب فروخت نہیں کروں گا۔ البتہ میں آپ کو اس کا نصف ثواب تحفے میں دیتا ہوں اور اس بات کی گواہ اللہ پاک کی ذات ہے۔ معتصم کہنے لگا: اللہ آپ کو اس کا اعلیٰ بدلہ عطا فرمائے، میں راضی ہوں۔

(انتخاب: حافظ محمد سعید لدھیانوی)

نبوی لیل ونہار

مولانا سعد حسن ٹونکی رحمۃ اللہ علیہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عادات پاکیزہ کھانا کھانے کے بارے میں:

☆...... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کھانے سے پہلے ہاتھ دھوتے اور سیدھے ہاتھ سے اپنے سامنے سے کھانا نوش فرماتے۔

☆...... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ٹیک لگا کر کبھی کھانا نوش نہیں فرماتے بلکہ یا تو دوزانو بیٹھتے یا بدن کے نیچے کے حصہ کو زمین پر ٹیک کر ہر دو زانو کھڑے کرکے بیٹھتے یا اُکڑو بیٹھتے اور اسی آخری نشست کے آپ بہت زیادہ عادی تھے، بعض روایات میں بایاں پاؤں بچھا کر اس پر بیٹھنے اور دایاں پاؤں کھڑا کرکے کھانے کا تذکرہ بھی آیا ہے۔

☆...... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے میز، کرسی پر بیٹھ کر کبھی کھانا نوش نہیں فرمایا بلکہ زمین پر دسترخوان بچھایا جاتا اور اس پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کھانا تناول فرماتے۔

☆...... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اکثر و بیشتر صرف تین انگلیوں سے کھانا نوش فرماتے یعنی انگوٹھے، شہادت کی انگلی اور بیچ کی انگلی سے، اگر کوئی پتلی چیز ہوتی تو شاذ و نادر بیچ کی انگلی کے برابر والا انگلی سے بھی کام لیتے۔

☆...... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کھانے کے بعد انگلیاں چاٹ لیا کرتے، پہلے بیچ کی انگلی چاٹتے اس کے بعد شہادت کی انگلی اور پھر انگوٹھا۔

☆...... کھانا اگر برتن کی چوٹی تک چنا ہوتا تو آپ چوٹی سے کھانا شروع نہیں فرماتے بلکہ اپنے سامنے نیچے کی جانب سے شروع کرتے اور فرماتے کہ کھانے میں برکت بیچ میں ہی تو ہوتی ہے۔

☆...... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چھوٹی چھوٹی پیالیوں اور طشتریوں میں (جن میں اکثر امراً اچار چٹنیاں یا پُرتکلف کھانے چُن کر کھاتے ہیں) کھانا پسند فرماتے۔

☆...... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حلوہ، شہد، سرکہ، کھجور، خربوزہ، ککڑی، آل (لوکی)، بہت پسند فرماتے۔

☆...... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو گوشت میں دست، گردن اور پیٹھ کا گوشت بہت پسند تھا۔

☆...... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کبھی خربوزہ اور کھجور، ککڑی اور کھجور، روٹی اور کھجور ملا کر تناول فرماتے۔

☆...... اگر کوئی کھانا طبع مبارک کو نامرغوب ہوتا تو کبھی اس کی بُرائی نہیں فرماتے بلکہ خاموشی سے اس کو چھوڑ دیتے۔

☆...... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کچی پیاز اور کچا لہسن کبھی تناول نہیں فرماتے۔

☆...... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چھنا ہوا آٹا کبھی نہیں کھایا۔

☆...... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چپاتی کبھی نہیں کھائی۔

☆...... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے میدہ کبھی نہیں کھایا۔

☆...... کھجور یا روٹی کا ٹکڑا کسی پاک جگہ پڑا ہوتا تو اس کو پونچھ کر کھا لیتے۔

☆...... بہت گرم کھانا جس میں سے بھاپ نکل رہی ہوتی تناول نہیں فرماتے بلکہ اس کو ٹھنڈا ہونے دیتے۔ گرم کھانے کے لئے کبھی فرماتے کہ اللہ نے ہم کو آگ نہیں کھلائی ہے اور کبھی فرماتے کہ گرم کھانے میں برکت نہیں ہوتی۔

۱۹۴۴ء میں قائداعظم محمد علی جناح نے انڈین کانگریس کے راہنما گاندھی کے نام اپنے مکتوب میں کہا تھا کہ: ''قرآن مسلمانوں کا ضابطۂ حیات ہے، اس میں مذہبی اور مجلسی، دیوانی اور فوجداری، عسکری اور تعزیری، معاشی اور معاشرتی غرض کہ سب شعبوں کے احکام موجود ہیں، مذہبی رسوم سے لے کر روزانہ امور حیات، روح کی نجات سے لے کر جسم کی صحت تک، جماعت کے حقوق سے لے کر فرد کے حقوق و فرائض تک، اخلاق سے لے کر انسداد جرم تک، زندگی میں جزا و سزا سے لے کر عقبیٰ کی جزا و سزا تک ہر ایک فعل، قول اور حرکت پر مکمل احکام کا مجموعہ ہے، لہٰذا جب میں یہ کہتا ہوں کہ مسلمان ایک قوم ہیں تو حیات اور مابعد حیات کے ہر معیار اور ہر مقدار کے مطابق کہتا ہوں۔'' (روزنامہ اسلام لاہور، ۹/اپریل ۲۰۱۳ء)

☆......آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کھانے کو کبھی نہیں سونگھتے اور اس کو بُرا جانتے۔

☆......آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کھانا وغیرہ بیٹھ کر ہی نوش فرماتے مگر میوہ یا پھل کھڑے کھڑے بھی نوش جان فرمالیا کرتے اور کبھی چل پھر کر بھی۔

☆......آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی کھانے میں دست مبارک ڈالتے تو انگلیوں کو جڑوں تک کھانے میں نہیں بھرتے۔

☆......آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پکے ہوئے گوشت کو کبھی چھری سے کاٹ کر نوش جان فرماتے۔

☆......آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کھانے اور پینے کے برتن کو ڈھکوا کر رکھواتے، اگر کوئی چیز ڈھکنے کو نہیں ہوتی تو ایک چھوٹی سی لکڑی برتن کے منہ پر رکھوا دیتے۔

☆......آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اگر مجلس میں تشریف فرما ہوتے اور کسی ہم جلیس کو کوئی چیز کھانے یا پینے کی عنایت فرماتے تو سیدھی جانب بیٹھنے والے کو اس کا زیادہ حق دار سمجھتے اور اس کو دیتے اور اگر الٹی جانب بیٹھنے والے کو عنایت فرمانا چاہتے تو سیدھی طرف والے سے اجازت طلب فرماتے اور یہ ترتیب اور یہ عمل ہمیشہ ملحوظ رہتا، چاہے الٹی طرف کا آدمی کتنی ہی بڑی حیثیت کا ہوتا۔

☆......آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شام کے وقت صبح کا کھانا اور صبح کے وقت شام کا کھانا کبھی اٹھا کر نہیں رکھتے۔

☆......آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سالن کے نیچے کا حصہ بہت پسند فرماتے اور اکثر اس کو بعد میں پی جاتے۔

☆......گھر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم گوشت لا کر دیتے تو ہدایت فرماتے کہ اس میں شوربا رکھنا تا کہ اس میں سے پڑوسی کو دیا جا سکے۔

☆......کھانے کی یا پینے کی چیز میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پھونک نہیں مارتے اور اس کو بُرا جانتے۔

☆......آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کبھی خربوزہ شکر کے ساتھ تناول فرماتے۔

☆......آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کبھی دو میووں کو ایک ساتھ کھاتے، ایک کو ایک ہاتھ میں دوسرے کو دوسرے ہاتھ میں، کبھی اس میں سے لقمہ لیتے، کبھی اس میں سے، اس طرح آپ نے کھجور اور خربوزہ بھی کھایا ہے، کھجور سیدھے ہاتھ میں اور خربوزہ الٹے ہاتھ میں۔

☆......آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کھجور کھاتے تو الٹے ہاتھ سے گٹھلی پھینکتے جاتے۔

☆......آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم گٹھلی دو انگلیوں یعنی شہادت اور بیچ کی انگلی سے پھینکتے، اس طرح کہ ان دونوں انگلیوں کی پشت پر گٹھلی رکھتے اور پھینک دیتے۔

☆......آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ککڑی نمک سے بھی کھاتے۔

☆......آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نیا کھانا دیکھتے تو اس کا نام پہلے دریافت فرماتے پھر دستِ مبارک اس کی طرف دراز فرماتے۔

☆......آخری زندگی میں جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دھوکا سے زہر کھلا دیا گیا تھا، عادت طیبہ یہ بھی ہوگئی تھی کہ جب کوئی شخص کوئی کھانا بطور ہدیہ خدمت عالی میں پیش کرتا تو اس کو اس کھانے میں سے ایک لقمہ پہلے کھلا دیتے پھر نوش جان فرماتے، مگر یہ صورت اجنبی لوگوں کے ساتھ ہوتی۔

☆......آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کہیں مدعو ہوتے اور کوئی شخص بغیر بلائے ساتھ ہو جاتا تو آپ اس کو ساتھ لے لیتے مگر داعی کے گھر پہنچنے پر داعی سے اس کے لئے اجازت طلب فرماتے، اجازت حاصل ہونے پر اس کو ہمراہ لے جاتے۔

☆......آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مہمان کو کھانا کھلاتے تو بار بار فرماتے اور کھاؤ اور کھاؤ یہاں تک کہ مہمان بے حد انکار کرتا تب آپ اپنا اصرار ترک فرماتے۔

☆......آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی مجمع میں کھانا تناول فرمانے کا موقع پیش آتا تو

ABDULLAH SATTAR DINA
& SONS JEWELLERS
عبداللہ ستار ڈینا اینڈ سنز جیولرز
Gold, Silver, Sellers & Order Suppliers
Shop: 85,Kundan Street, Sarafa Bazar,
Mithader, Karachi. Ph: 32514972-32531133

سب سے آخر میں آپ ہی کھانے سے اٹھتے، کیونکہ بعض لوگ دیر تک کھاتے رہنے کے عادی ہوتے ہیں اور ایسے لوگ جب دوسروں کو کھانے سے اٹھتا دیکھتے ہیں تو شرم کی وجہ سے خود بھی اٹھ جاتے ہیں، لہٰذا ایسے لوگوں کا لحاظ فرماتے ہوئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی بے تکلف تھوڑا تھوڑا کھاتے ہی رہتے۔

☆...... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کھانا شروع کرتے وقت تین لقموں تک ہر لقمہ پر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کہہ کر لقمہ لیتے۔

☆...... جو شخص بغیر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کہے کھانا شروع کردیتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کا ہاتھ پکڑ لیا کرتے اور اس کو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کہنے کے لئے تاکید فرماتے۔

☆...... کوئی شخص الٹے ہاتھ سے کھانا کھاتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھائی دیتا تو آپ اس کے ہاتھ کو ایسا جھٹکتے کہ اس کے ہاتھ سے لقمہ گر جاتا اور پھر فرماتے کہ کھانے میں سیدھے ہاتھ سے کام لو۔

☆...... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اگر ایک قسم کا کھانا ہوتا تو آپ صرف اپنے ہی سامنے سے تناول فرماتے اور اگر مختلف قسم کا کھانا ہوتا تو چاہے برتن ایک ہی ہوتا تو آپ بلاتامل دوسری جانب بھی ہاتھ بڑھاتے۔

☆...... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پرانی کھجور تناول فرماتے تو پہلے اندر سے اس کو صاف کر لیتے پھر تناول فرماتے۔

☆...... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کھانے کے بعد ہاتھ دھوتے اور ہاتھوں میں جو تری ہوتی اس کو اپنے ہاتھوں، چہرے اور سر مبارک پر مل کر خشک کرلیا کرتے۔

☆...... جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مرغی کھانا چاہتے تو کئی روز پہلے حکم دیتے کہ وہ باہر پھرنے سے روک لی جائے، پھر اس کو ذبح کرا کے پکواتے اور تناول فرماتے۔

☆...... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کھچڑی بہت پسند فرماتے۔

☆...... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو گوشت کے شوربے میں ڈوبی ہوئی روٹی (ثرید) بہت مرغوب طبع تھی۔

☆...... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مکھن اور کھجور بھی بہت پسند تھے۔

☆...... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دودھ اور کھجور ساتھ ساتھ تناول فرماتے اور ارشاد فرماتے کہ یہ دونوں چیزیں بہت عمدہ ہیں۔

☆...... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب کھانے میں سے اول لقمہ لیتے تو فرماتے: ”یا واسع المغفرة“

☆...... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جب کھانا آتا تو فرماتے: ”اللّٰھم بارک لنا فی مارزقنا وقنا عذاب النار بسم للّٰہ“

☆...... جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کھانا تناول فرماچکتے تو فرماتے: ”الحمدللّٰہ الذی اطعمنا وسقانا وجعلنا من المسلمین۔

☆...... جب دسترخوان اٹھ جاتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے: ”الحمد للّٰہ حمداً کثیراً طیباً مبارکاً فیہ غیر مکفی ولا مودع ولا مستغنی عنہ“

☆...... جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کہیں مدعو ہوتے تو داعی کے حق میں ان الفاظ سے ضرور دعا فرماتے: ”اللّٰھم بارک لھم فی مارزقتھم واغفرلھم وارحمھم.“

☆☆..............☆☆

میر پور ساکرو میں تحفظ ختم نبوت پروگرامز

میر پور ساکرو (مولانا محمد کلیم اللہ نعمان) گزشتہ جمعۃ المبارک کو عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے زیراہتمام اندرون سندھ میر پور ساکرو کی مختلف مساجد میں تحفظ ختم نبوت پروگرامز ترتیب دیئے گئے۔ ساتھیوں سے مشاورت کے بعد راقم الحروف سمیت مولانا محمد اویس مبلغ ختم نبوت کوئٹہ، مولانا شاکر اللہ، مولانا احمد الرحمٰن، حافظ عبدالوہاب پشاوری اور حافظ محمد شفیق کی تشکیل ہوئی۔ مولانا محمد طیب قاسمی کے ادارہ تعلیم القرآن ساکرو میں پہنچے۔ میزبانوں نے پرتپاک استقبال کیا۔ بعدازاں مولانا طیب عباسی اور مولانا عبدالصمد عباسی کی نہایت شاندار مہمان نوازی سے لطف اندوز ہوئے۔ کھانے پینے سے فارغ ہوکر طے شدہ پروگرام کے مطابق مولانا محمد اویس نے نورانی مسجد میں جبکہ راقم الحروف نے حسن مسجد میں، اسی طرح مولانا شاکر اللہ نے نورانی مسجد، مولانا احمد الرحمٰن نے ہسپتال والی مسجد میں اور حافظ عبدالوہاب پشاوری نے رحمانیہ مسجد میں جمعہ کے اجتماع سے بیانات کئے۔ اس موقع پر عقیدۂ ختم نبوت پر تمام ساتھیوں نے بیان کئے اور رفاہی کاموں کی آڑ میں قادیانیت کی تشہیر سے عوام الناس کو آگاہ کیا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ تمام خدامِ ختم نبوت کی خدمات کو قبول فرمائے۔ آمین۔

جھوٹے مدعیانِ نبوت اور مرتدین کی سرکوبی

سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا سنہرا کارنامہ

افضل البشر بعد الانبیاء خلیفہ رسول امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا اسم مبارک عبداللہ، کنیت ابوبکر، جبکہ لقب صدیق و عتیق تھے۔ شجرۂ نسب عبداللہ (حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ) بن ابی قافہ، عثمان بن عامر، بن عمرو بن کعب، بن سعد تیم، بن مرہ، بن کعب، بن لوی، بن غالب القرشی التیمی۔ آپ کا سلسلۂ نسب مرہ بن کعب پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے جا کر ملتا ہے۔ والدہ کی طرف سے آپ کا سلسلۂ نسب اس طرح ہے: ام الخیر سلمٰی بنت صخر بن عامر بن کعب بن سعد بن تیم بن مرہ۔ آپ کی والدہ کی کنیت ام الخیر تھی، جو آپ کے والد کے چچا کی بیٹی تھیں۔

آپ کا اسم مبارک عبداللہ ہے۔ گھر والوں نے آپ کا نام عبداللہ رکھا، مگر آپ اپنی کنیت ابوبکر سے زیادہ مشہور ہیں۔

آپ کے لقب عتیق کے بارے میں مختلف روایات ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ: ایک دن والد محترم سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، تو آپ نے ارشاد فرمایا: اے ابوبکر! اللہ نے تمہیں آگ سے آزاد فرما دیا، چنانچہ اسی دن آپ عتیق کے لقب سے مشہور ہوگئے۔

آپ کا لقب صدیق بھی ہے، چونکہ آپؓ ہمیشہ سچ بولا کرتے تھے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر خبر پر تصدیق کرنے میں سبقت فرماتے تھے۔ اسی وجہ سے آپ کو صدیق کہا جاتا ہے۔

کتب سیرت میں اس لقب کے بارے میں لکھا ہے کہ آپ نے واقعۂ معراج کی سب سے پہلے تصدیق کی، چنانچہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو صدیق کے لقب سے نوازا۔

مولانا عبدالنعیم، لاہور

آپؓ کی ولادت باسعادت کے بارے میں علامہ جلال الدین سیوطیؒ لکھتے ہیں کہ: ’’آپؓ کی ولادت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے دو برس دو ماہ قبل مکہ مکرمہ میں ہوئی۔‘‘

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ زمانہ جاہلیت سے اعلیٰ اخلاق و کردار کے مالک تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ والد ماجد نے جاہلیت اور اسلام دونوں زمانوں میں شراب کا قطرہ بھی نہیں چکھا تھا۔ آپؓ نرم اور شریفانہ طبیعت کے مالک تھے، اپنی قوم میں بہت تعلقات رکھنے والے محبوب، نرم اخلاق، قریش میں بہترین نسب والے تھے۔ قریش کے انساب کا انہیں تمام قریش سے زیادہ علم تھا، آپ تجارت کرتے تھے۔

طبقات ابن سعد میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ: ایک شخص نے مجھ سے پوچھا کہ آپ کے باپ ابوبکر کا حلیہ کیا ہے؟ چنانچہ حضرت عائشہؓ نے جواب میں فرمایا کہ آپ کی رنگت سفید، بدن دبلا تھا، دونوں رخسار اندر کو دبے ہوئے تھے، چہرے پر گوشت زیادہ نہ تھا، پیشانی کشادہ اور بلند تھی، ہمیشہ نگاہ نیچی رکھتے تھے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ وہ واحد شخصیت ہیں کہ مردوں میں سب سے پہلے آپؓ نے اسلام قبول کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں نے جس کسی کو اسلام کی دعوت دی اس نے کچھ نہ کچھ تردد اور ہچکچاہٹ کا اظہار کیا، سوائے ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کے، جب میں نے انہیں اسلام کی دعوت دی تو انہوں نے بغیر تامل کے فوراً اسلام قبول کرلیا۔

آپ نے جب اسلام قبول کیا، تو اس وقت سے لوگوں کو دعوت دینا بھی شروع کردی اور دین اسلام کی تبلیغ کے لئے کوشاں ہوگئے۔ آپ کی اولین تبلیغ سے جن لوگوں نے اسلام قبول کیا، ان کا شمار عشرۂ مبشرہ صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین میں ہوا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد منافقین نے یہ سازش کی کہ مدینہ منورہ میں خلافت کا مسئلہ کھڑا کردیا اور مہاجرین و انصار کے مابین اس مسئلہ پر نفاق پیدا کرنے کی کوشش کی لیکن اس مسئلہ کو خوش اسلوبی کے ساتھ حل کرلیا گیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں ہی جھوٹے مدعیانِ نبوت کا فتنہ نمودار ہو چکا تھا۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں مسیلمہ کذاب نے نبوت کا جھوٹا دعویٰ کر دیا۔

ہجرت کے دسویں سال بنی حنیفہ کا ایک وفد مدینہ منورہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس وفد میں مسیلمہ کذاب بھی شامل تھا۔ تمام افراد نے اسلام قبول کیا۔ مسیلمہ کذاب جب یمامہ میں گیا تو وہ مرتد ہو گیا اور اس نے نبوت کا دعویٰ کر دیا، بہت سے لوگوں نے اس کے دعویٰ کو قبول کر لیا۔

چنانچہ اس نے اپنی قوم کے دس افراد کو سفیر بنا کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا اور ان کے ہاتھ ایک خط بھیجا جس میں تحریر تھا کہ میں آپ کے ساتھ نبوت میں شریک ہوں۔ نصف دنیا آپ کی ہے اور نصف میری ہے۔ مسیلمہ کے اس خط کو آپؐ پڑھ کر جلال میں آ گئے اور مسواک کی لکڑی جو کہ دست مبارک میں پکڑی ہوئی تھی فرمایا: اللہ کی قسم! اگر وہ مجھ سے اس کو بھی مانگے تو میں اس کو نہیں دوں گا، پھر آپؐ نے قاصدوں سے پوچھا: تم اس بارے میں کیا کہتے ہو؟ تو انہوں نے کہا: ہم وہی کہتے ہیں جو مسیلمہ کہتا ہے۔ آپؐ نے فرمایا: ’’اگر قاصد کو قتل کرنا منع نہ ہوتا، تو میں تمہاری گردن اڑا دیتا۔‘‘

چنانچہ حکم دیا کہ مسیلمہ کے خط کا یہ جواب لکھا جائے۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے مسیلمہ کذاب کو! ’’امابعد! زمین اللہ کی ہے، وہ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے اس کا وارث بناتا ہے اور انجام متقین کے لئے ہے۔‘‘

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے واضح جواب کے باوجود مسیلمہ کذاب اپنے دعویٰ پر قائم رہا، یہاں تک کہ آپؐ نے اس جہاں سے رحلت فرمائی تو مسیلمہ کذاب نے نبوت کے دعویٰ میں تیزی دکھانی شروع کر دی۔ یہاں تک کہ ایک لاکھ سے زیادہ افراد اس پر ایمان لے آئے۔ مسیلمہ کذاب جادو اور شعبدہ بازی کا فن جانتا تھا، جس سے لوگ جلد اس کے جال میں پھنس جاتے تھے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس فتنہ کے خاتمہ کے لئے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی قیادت میں لشکر ترتیب دیا۔ مرتدین کی سرکوبی اور قطع قمع کے لئے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے گیارہ لشکر تیار کئے تھے۔ مسیلمہ کذاب بہت طاقت پکڑ چکا تھا۔ بیس ہزار سے زیادہ لوگ مسیلمہ کذاب کے مارے گئے جبکہ مسلمان شہدا کی تعداد ۱۲۰۰ کے لگ بھگ تھی۔ ان شہدا میں ۷۰۰ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین قرآن کے حافظ تھے۔ اس لڑائی میں مسیلمہ کذاب حدیقۃ الموت میں چھپ گیا۔

مسلمانوں کی ایک جماعت اس کے پیچھے گئی اور اس باغ میں شدید جنگ ہوئی۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے قاتل حضرت وحشی رضی اللہ عنہ (جو کہ اسلام قبول کر چکے تھے) نے مسیلمہ کذاب پر حربہ پھینکا جو اس کے سینے میں اتر گیا اور پشت کی طرف سے نکل گیا۔ ایک انصاری مرد نے اسے تلوار مار کر موت کے گھاٹ اتار دیا۔ مسیلمہ کذاب کی بیوی سجاح جو کہ خود نبوت کی دعویدار تھی وہ بھاگ کر بصرہ میں چھپ گئی اور روپوشی کے عالم میں کچھ دنوں بعد مر گئی۔ اسی طرح مسیلمہ کذاب کے فتنے کا ہمیشہ کے لئے خاتمہ ہو گیا۔

اسود عنسی ایک کاہن اور شعبدہ باز شخص تھا۔ جادو کے زور پر لوگوں کو اپنی طرف راغب کرتا تھا۔ روایات میں آتا ہے کہ جب باذان صنعانی یمن کا بادشاہ تھا۔ اس نے اسلام قبول کر لیا تھا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے اس ملک کا حکمران تھا، اس کا انتقال ہو گیا تھا۔ اسود عنسی نے خروج کر کے صنعاء کے مسلمانوں پر غلبہ حاصل کر لیا اور ملک پر قابض ہو گیا۔ اس نے باذان کی بیوی مرزبان کو زبردستی اپنے نکاح میں لے لیا۔ اسود عنسی نے آپؐ کی حیات میں ہی نبوت کا

اظہارِ تعزیت

جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کے استاذ و مدیر معاون ماہنامہ ’’بینات‘‘ کراچی، ہفت روزہ ’’ختم نبوت‘‘ کے مدیر اور عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کراچی کے امیر حضرت مولانا محمد اعجاز مصطفی صاحب کی خوشدامن صاحبہ ۲۱ ربیع الثانی ۱۴۴۱ھ مطابق ۱۹ دسمبر ۲۰۱۹ء کو لودھراں شہر میں انتقال کر گئیں۔ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون، ان للّٰہ ما أخذ ولہ ما اعطی وکل شیء عندہ باجل مسمّٰی. اللّٰھم اغفرلھا وارحمھا وعافھا واعف عنھا واکرم نزلھا ووسع مدخلھا۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی جملہ حسنات کو قبول فرمائے، کامل مغفرت فرمائے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام نصیب فرمائے، آمین بجاہ النبی الامی الکریم صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ اجمعین. قارئین ہفت روزہ ختم نبوت سے ایصال ثواب کی درخواست ہے۔

دعویٰ کردیا تھا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اس فتنہ کو جڑ سے اکھاڑنے کے لئے ایک مہم روانہ کی۔ چنانچہ اسود عنسی حضرت فیروز دیلمی کے ہاتھوں جہنم واصل ہوا، اسی طرح اس جھوٹے مدعی نبوت کا خاتمہ ہوگیا۔

طلیحہ بن خولد بھی مدعی نبوت تھا، اس کا دعویٰ یہ تھا کہ جبرائیل میرے پاس آتے ہیں اور میرے پاس وحی لاتے ہیں۔ اس نے سجدوں کو نماز سے خال کردیا اور پہلی چیز جو اس سے ظاہر ہوکر لوگوں کی گمراہی کا سبب بنی، وہ یہ ہے کہ ایک دن وہ اپنی قوم کے ساتھ سفر کررہا تھا۔ اس کے پاس پانی ختم ہوگیا اور ان پر پیاس نے غلبہ کیا تو اس نے کہا کہ میرے گھوڑے پر سوار ہوجاؤ اور چند میل تک چلو تمہیں پانی مل جائے گا۔ اس کی قوم کے لوگوں نے ایسا کیا تو انہیں پانی مل گیا۔ اس وجہ سے بدوی اس کے فتنہ میں مبتلا ہوگئے۔ جب حضرت ابوبکر صدیقؓ کو اس کی خبر ملی تو اس کی سرکوبی کے لئے ایک لشکر تیار کیا اور اس کا امیر حضرت خالد بن ولیدؓ کو بنایا اس کے خلاف جنگ ہوئی۔ تاریخ میں لکھا ہے کہ طلیحہ اسلام قبول کرکے مسلمان ہوگیا تھا۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے وصول کے بعد بہت سے فتنوں نے سر اٹھایا، بہت سے سردارانِ عرب مرتد ہوئے۔ مرتدین کے ان فتنوں کا خاتمہ کرنا ضروری تھا۔ چنانچہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے خلیفہ منتخب ہونے کے بعد فوری طور پر اس کی طرف توجہ کی اور مرتدین کے انسداد کے لئے حکمت عملی سے کام لیتے ہوئے مختلف اسلامی لشکروں کو ترتیب دیا اور حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فتنۂ ارتداد کو جڑ سے اکھاڑ پھینکا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب مسلمانوں کو حضرت سیّدنا ابوبکر صدیقؓ کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

(بشکریہ ماہنامہ تدریس القرآن کراچی، جنوری ۲۰۲۰)

میں تجھ پہ آقا درود بھیجوں

ہر اک شام و سحر سے پہلے میں تجھ پہ آقا درود بھیجوں
طلوع شمس و قمر سے پہلے میں تجھ پہ آقا درود بھیجوں
ہرا ہے نخلِ حیات تجھ سے یہ رونقِ کائنات تجھ سے
شجر پہ برگ و ثمر سے پہلے میں تجھ پہ آقا درود بھیجوں
سفر کا آغاز جو کروں میں لبوں پہ ہو نام تیرا
پلٹ کے آؤں تو گھر سے پہلے میں تجھ پہ آقا درود بھیجوں
میرا مقدر میرا ستارا جب بھی تیرا دیدار ہوگا
اٹھنے والی نظر سے پہلے میں تجھ پہ آقا درود بھیجوں
کوئی منکر حیات کا ہو یا آقا تیری شفاعت کا ہو
اس کی الٹی فکر سے پہلے میں تجھ پہ آقا درود بھیجوں
شکستہ کشتی ہے تیز دھارا نظر سے رُوپوش ہے کنارہ
جان لیوا بھنور سے پہلے تجھ پہ آقا درود بھیجوں
در پہ حاضر غلام تیرا سن لو آقا سلام میرا
مکار کے مکر سے پہلے میں تجھ پہ آقا درود بھیجوں

☆☆☆☆☆☆

جب تک زمین میں شمس و قمر کا نظام ہو
محبوب کبریا پہ کروڑوں درود و سلام ہو
جس دل میں بس گئی ہے محبت حضور ﷺ کی
پھر کیوں نہ اس پہ آتشِ دوزخ حرام ہو

انتخاب: محمد ارشد خرم

نزولِ عیسیٰ علیہ السلام اور مرزائی عقیدہ!

تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء کی تحقیقاتی عدالت میں مجاہد ملت مولانا محمد علی جالندھریؒ کا تحریری بیان

قسط:۲۶

راست اقدام کا جواز:

معزز عدالت نے راست اقدام کے جواز پر بحث کی طرف بھی اشارہ فرمایا ہے۔اس سلسلہ میں عرض ہے کہ راست اقدام، نیز عدم تشدد کی جنگ، مقاومت مجہول اور بعض اوقات سول نافرمانی کا استعمال ایک مخصوص طریقہ کار پر ہوتا ہے اور یہ طریقہ کار گاندھی نے آنحضرت ﷺ کے مبارک طرز عمل سے اخذ کیا تھا کہ ایک صحیح اور نیک کام ہے۔ اس کی راہ میں مشکلات ہیں۔ ان مشکلات کی پرواہ نہ کرتے ہوئے وہ کام کئے جاؤ۔ چاہے اس میں تکلیفیں ہی پیش آئیں۔ مثلاً آنحضرت ﷺ نے توحید کی دعوت دی تو قریش نے مخالفت کی۔ آپ ﷺ نے پھر دی انہوں نے ایذا دینی شروع کی۔ آپ ﷺ نے دعوت جاری رکھی۔ انہوں نے ایذاء رسانی، ایذاء کا مقابلہ نہیں کیا، نہ انتقام لیا گیا۔ صرف اس پاک کام کو جاری رکھا گیا۔ حتیٰ کہ سینکڑوں پھر ہزاروں ہم خیال پیدا ہوگئے اور آخر کار سارے قریش پر صداقت ظاہر ہوئی اور وہ سب مشرف بہ اسلام ہوئے۔

ہند میں بدیشی کپڑے پر پکٹنگ کی گئی کہ یہاں سے خریدنے نہیں دیا جائے گا۔ کیونکہ بدیشی کپڑا خریدنا اور بیچنا ملک کے مفاد کے خلاف ہے۔ انگریزی حکومت نے اس کو شخصی آزادی کے خلاف قرار دے کر رضا کاروں کو گرفتار کیا تو اور آ گئے۔ وہ گرفتار ہوئے تو اور آ گئے۔ وہ گرفتار ہوئے تو اور آ گئے۔ کبھی اس غیر ملکی گورا حکومت نے سخت لاٹھی چارج کیا۔ رضا کاروں نے وہ بھی برداشت کیا۔ اس طرح جنگ جاری رہی۔ اسی طرح کی دو چار پر امن لڑائیاں انگریزوں کے جانے کا ایک سبب بنی۔ آج ہم چکلہ پر چار رضا کار کھڑے کرتے ہیں کہ اندر کسی کو نہ جانے دو۔ حکومت اس کو شخصی آزادی میں خلل قرار دے کر ان کو گرفتار کرتی ہے۔ ہم اور چار یا دس بھیجتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ ہم نہ مقابلہ کرتے ہیں نہ انتقام لیتے ہیں نہ تشدد کرتے ہیں۔ لیکن اپنا صحیح فریضہ ادا کرنے سے باز نہیں آتے۔ یہاں تک کہ یا ہماری طاقت ختم ہو جائے اور ہم خدا کے ہاں معذور سمجھے جائیں یا حکومت وقت جھک جائے اور چکلہ بند کر دے یا ہم حکومت کے سامنے حق وصداقت کی آواز بلند کرتے رہیں گے۔ چاہے کتنی ہی تکلیف پیش آتی رہے۔

خلاصہ راست اقدام:

راست اقدام کا عملی معنی یہ ہوا کہ کسی صحیح مقصد کو باوجود مشکلات کے کرتے رہنا، لیکن تشدد یا طاقت کا استعمال نہ کرنا۔ چاہے یہ طاقت کا استعمال نہ کرنا اس لئے ہو کہ طاقت نہیں، یا اس لئے کہ طاقت کا استعمال مقصد کے لئے مضر ہے یا اس لئے کہ طاقت کا استعمال ملکی اور سیاسی مفاد کے خلاف ہے۔

یہاں مؤخر الذکر وجہ ہے کہ اپنی حکومت سے بغاوت یا لڑائی غلط ہے۔ البتہ اس کو حق بات کہتے رہنا ضروری ہے۔ حکومت جب تک صریح کافر نہ ہو اس سے بغاوت حرام ہے۔ البتہ اس کی سختی کے باوجود اس کے سامنے حق کی آواز بلند کرنا۔ ازروئے حدیث بڑا جہاد ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے: ’’افضل الجهاد كلمة حق عند سلطان جائر‘‘ کہ بہترین جہاد جابر بادشاہ کے سامنے حق کی آواز بلند کرنا ہے۔ پس مرزائی فتنہ سے اسلام کو بچانے اور کافر فرقہ کے اقتدار کے خطرے سے نجات حاصل کرنے کے لئے اپنی حکومت کے سامنے انسدادی تجاویز یا مطالبات پیش کرنا ایک صحیح کام ہے۔ اگر حکومت ان پر سختی کرتی ہے تو ہر طرح تکلیف برداشت کرتے ہوئے مطالبات پیش کرتے جائیں۔ یعنی ان کو حق کہا جائے کہ ایسا کرو لیکن گرفتاری یا تشدد کا کوئی جواب نہ دیا جائے۔ اسی طرح اپنا فرض ادا کرتے جائیں۔ اگر اگلوں کو مصیبت پیش آ جائے تو دوسرے اس فرض کو ادا کریں۔ یہ ایک بڑا عزیمت کا کام ہے۔ معمولی دل گردے کا کام نہیں ہے۔ جب ایک ملک میں ایک مبلغ جاتا ہے اور وہ شہید کر دیا جاتا ہے تو دوسرا جا کر تبلیغ کرتا ہے۔ وہ قتل ہو جاتا ہے تو تیسرا جا کر

دعوت توحید دیتا ہے۔ایسی عزیمت کا ضرور اثر ہوتا ہے۔اللہ تعالیٰ نے کمزور انسانوں کو ان کی طاقت کے لحاظ سے مکلف فرمایا ہے۔ پس ہم اپنے وزیراعظم کی کوٹھی یا دفتر میں جا کر فتنہ ارتداد کی روک تھام کے لئے چند تجاویز کو منظور کرنے کا مطالبہ کرتے ہیں۔لیکن وہ ہمیں گرفتار کر کے جیل بھیج دیتے ہیں۔ ہماری جگہ دس آدمی اور جا کر وہی بات کرتے ہیں۔

یہ اقدام دراصل اپنی جائز بات منوانے کے لئے ایک مظلومانہ طریقہ ہے اور آج کل کے رواج میں کہ آیا یہ مطالبہ جمہور کا ہے کہ یا نہیں۔ اس کا ثبوت بہم پہنچانا بھی ایک مقصد ہوتا ہے تاکہ وہ اصلی مقصد تسلیم کر لیا جائے۔ بہر شکل بغیر کسی جارحانہ اقدام یا متشددانہ طرز عمل کے، اپنی جائز بات منوانے کے لئے کسی طرح کی کوشش کرنا جائز ہی جائز ہے۔ برائی کا روکنا اور بند کر دینا فرض ہے۔ شریعت نے پہلے ہاتھ سے روکنے کا حکم دیا ہے۔ نہ ہوسکے تو پھر زبان سے ورنہ دل سے برا سمجھنے کا آخری حکم ہے۔ عام طور پر یہی حکم ہے جیسا کہ حدیث میں صاف وارد ہے۔لیکن حکومت سے کسی بات کے منوانے کے لئے زبان ہی ذریعہ ہوسکتی ہے۔ کیونکہ مقابلہ کی طاقت نہیں اور بغاوت کرنی یا کرانی جائز نہیں۔اس لئے اس صورت میں حق کی آواز بلند کرنا ہی بڑا جہاد ہوگا۔ ایک کرے دوسرا کرے۔ بہرحال جتنے اس کے لئے تیار ہوں گے وہ اس جہاد کا ثواب پائیں گے کہ جابر یا ظالم کے سامنے حق بات کہی جائے۔ راست اقدام کا مطلب اس کے سوا کوئی نہیں ہے۔ اس لئے راست اقدام کی مظلومانہ اور پرامن تجویز کرنے والوں کے بارہ میں یہ کہنا کہ فسادات یا غیرمتوقع حالات کے یہ ذمہ دار ہیں۔ بالکل قرین انصاف نہیں ہوسکتا۔ان کے طریقہ پر کام کرنے والوں سے مختلف اضلاع اور خود کراچی میں کوئی بدمزگی نہیں ہوئی۔لاہور میں ۲؍مارچ تک پرامن جلوس رہے۔ گرفتاریاں دی گئیں۔ کوئی فساد نہیں ہوا۔تحریک کے پانچویں دن یعنی ۳؍مارچ کو دفعہ ۱۴۴ لگائی گئی۔ لیکن حکام نے دفعہ ۱۴۴ کی خاطر پبلک مقامات پر متشددانہ اور بقول ایس.ایس.پی غیر ہمدردانہ یا جارحانہ رویہ اختیار کر کے حالات بدل دیئے۔ اگر حکومت ان کو گرفتار کرتی رہتی تو کون سا آسمان ٹوٹ پڑتا۔ پرامن گرفتاریاں ہوتیں۔ تحریک کے تحت جانے والے رضاکاروں نے تشدد کا تختہ مشق بن کر کوئی مقابلہ نہیں کیا۔ دفعہ ۱۴۴ پر کرفیو، پھر مارشل لاء، پھر مرزائی فائرنگ نے حالات ہی بدل دیئے۔ بازاروں میں خطرناک لاٹھی چارج سے آخر عوام کیا سمجھتے۔ پھر پرانے ذہن کے تحت کہ ابتداء ہی میں سختی کر کے کچل دو۔ایسا کرنا اسلامی حکومت اور اپنی حکومت میں کیسے صحیح تصور کیا جاسکتا تھا۔

ضمیمہ

اسلامی حکومت کا پہلا تصور:

جناب والا! میں چاہتا ہوں کہ اسلامی حکومت اور اس کے متعلقات پر کچھ عرض کروں۔ اسلامی حکومت کی طرف پہلی بار قرآن پاک نے اس وقت اشارہ کیا۔ جب کہ جنگ بدر سے پہلے تیرہ سال کے مسلسل مظالم سہنے کے بعد اللہ تعالیٰ، صحابہ کرامؓ کو جہاد و قتال کی اجازت دیتے ہوئے فرما رہے تھے: ’’اُذِنَ لِلَّذِیْنَ یُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰى نَصْرِهِمْ لَقَدِیْرُ‘‘ (الحج:۳۹) کہ جن سے جنگ کی جارہی ہے ان کو اب اجازت دی جاتی ہے کہ ان پر ظلم کئے جاچکے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کی مدد کی طاقت رکھتا ہے۔ اس سے اشارہ تھا کہ اب جنگ میں خدائی امداد ہوگی اور کفار ذلیل ہوں گے۔ اسی آیت میں آگے چل کر فرماتے ہیں: ’’اَلَّذِیْنَ اِنْ مَّکَّنّٰهُمْ فِی الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّکٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْکَرِ‘‘ (الحج:۴۱) کہ جن کو جنگ کی اجازت دی گئی ہے۔ یہ ایسے لوگ ہیں کہ اگر ان کو ہم زمین میں تسلط دے دیں تو یہ نمازیں قائم کریں گے۔ زکوٰۃ دیں گے۔ اچھے کاموں کا حکم دیں گے۔ برے کاموں سے روکیں گے۔ یہ اشارہ تھا کہ ان لوگوں کو عنقریب زمین کا اقتدار دیا جائے گا اور ان کے اس اقتدار کے وقت کا پروگرام خود ہی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ ایسے ایسے کام کریں گے۔ یہ بھی اشارہ ہے کہ اس لئے ان کو زمین پر غلبہ دیں گے۔ پروگرام میں عبادات کا اہم حصہ نماز، مالیات واقتصادیات کا اہم حصہ زکوٰۃ مذکور ہے۔ بعد میں اچھے کاموں کا حکم اور بروں سے روکنے کی ترغیب ہے۔ گویا زمینی اقتدار کے بعد یہ عبادات کا پہلا نظام قائم کریں گے۔ جس سے قوم کی اخلاقی اور روحانی حالت بلند ہو۔ خدا سے صحیح تعلق قائم رہے۔ پھر اقتصادیات یعنی مالی نظام درست کرنا ضروری ہوگا۔ اگر قوم کا کریکٹر بلند ہو اور مالیات مضبوط ہوں تو پھر اس قوم کو کوئی کمی نہیں رہتی۔ اس کے بعد ملکی قوانین کا نمبر ہے کہ اچھے کام جاری کئے جائیں اور برے کاموں کو بند کر دیا جائے۔ یا یوں سمجھیں کہ خود بھی پابند ہوں گے اور دوسروں کو بھی پابند کرنے کی کوشش کریں گے۔

اسلامی حکومت کا دوسرا تصور:

اس کے بعد صفائی سے صحابہ کرامؓ سے

وعدہ کیا گیا: ”وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ آمَنُوا مِنكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِن قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضَى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُم مِّن بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْنًا يَعْبُدُونَنِي لَا يُشْرِكُونَ بِي شَيْئًا“ (النور:۵۵) کہ جولوگ ایمان لائے اور اعمال صالحہ کئے۔ ان کو ہم ضرور زمین کی خلافت دیں گے۔ جیسے ان سے پہلوؤں کو دی ہے اور ان کا دین اچھی طرح جما دیں گے اور ان کو خوف کے بعد امن وامان دیں گے۔ وہ ہماری عبادت کریں گے اور ہمارے احکام میں کسی کو شریک نہ کریں گے۔

اس آیت میں اگرچہ ساری باتیں خدائی وعدوں کی شکل میں بتائی ہیں۔ لیکن یہ سارے کام بہرحال ان ہی کے ذریعے کئے جائیں گے۔ اس لئے یہ بھی خلافت ارضی کے مالک مسلمانوں کا پروگرام ہے۔ پہلے تو وعدہ ہی ایمان اور اعمال صالحہ کی وجہ سے ہے۔ جس سے صاف مطلب یہ ہے کہ خلافت کے بعد بھی ایمان وعمل صالح کی پابندی ضروری ہوگی۔ ورنہ یہ غلط ہے کہ جن باتوں کی وجہ سے انعام دیا جائے۔ انعام کے بعد ان سے انحراف کر دیا جائے۔ دوسرا وعدہ کہ ہم ان کے دین کو جما دیں گے۔ جیسا کہ مسیلمہ کذاب کے دعویٰ نبوت، منکرین زکوٰۃ وغیرہ فتنوں کا قلع قمع کر کے دین کو اچھی طرح جمایا گیا اور یہ کام خود صحابہ ؓ سے لیا۔ گویا دوسرا پروگرام یہ ہوا کہ خود نیک ہونے کے بعد ملک بھر میں دین کا بہتر انتظام ہو جائے اور نبوت کے مدعی یا ارکان اسلامی کا کوئی مخالف نہ رہے۔ تیسری بات یہ فرمائی کہ خوف کے بعد ان کو امن وامان دوں گا۔ خوف روم وایران کا تھا۔ بغاوتوں کا تھا۔ بڑے بڑے بادل آئے۔ لیکن بالآخر تمام عرب میں ایسا امن قائم ہوا کہ صنعاء ویمن سے مکہ تک ایک عورت سونا اچھالتے ہوئے آتی تو کوئی خطرہ نہ تھا۔ مطلب یہ ہوا کہ تیسرا پروگرام ملک میں عام اور پورا امن وامان قائم کیا جائے۔ پھر ارشاد ہے کہ میری حکم برداری کریں گے اور دوسرے حکموں میں کسی کو شریک نہ کریں گے۔ مطلب صاف ہے کہ تمام قوانین الٰہیہ کا نفاذ ہو۔ اس کے مقابل کسی روس، امریکہ، فرانس، لندن کے قانون کو ترجیح نہ دی جائے اور عام عبادات کا نظام قائم ہو۔ ظاہر ہے کہ پکا ایمان، بہترین اعمال اور کریکٹر، پھر دین کی پختگی اور امن وامان کا قیام اور خالص خدائی احکام کی پیروی کے بعد کون سی بات رہ جاتی ہے۔ یہ اسلامی حکومت کا دوسرا تصور ہے۔

اسلامی حکومت کا عملی نمونہ:

اس کے بعد خلافت راشدہ کا زمانہ آتا ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے سارے وعدے پورے فرماتا ہے۔ خلافت ارضی کے الفاظ سے ہی اس طرف اشارہ تھا کہ بادشاہت نہ ہوگی بلکہ اللہ کی نیابت ہوگی۔ خدائی حکومت اور خدائی احکام کے نفاذ کے لئے یہ نائب ہوں گے۔ بعینہٖ اسی طرح خلفاء راشدین نے کیا۔ نمازوں اور عبادات کا نظام، مالیات کا نظام، امن وامان کا قیام، دین کو تمام فتنوں اور مدعیان نبوت اور ارکان اسلام کے مخالفوں سے پاک وصاف کرنے کا کام، پھر تمام خدائی احکام کا اجراء، امر بالمعروف اور ان کے خلاف سے بندش یعنی نہی عن المنکر۔ انتہاء یہ کہ کسی وقت پر بھی خدائی حکم پس پشت نہیں ڈالا جاسکتا ہے۔ اس کے مقابلہ میں کسی چیز کی کوئی حیثیت ہی نہ تھی۔ یہ ہے اسلامی حکومت کا تصور اور اس کا عملی نمونہ۔

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر:

اسلامی حکومت کے اوّلین تصورات میں سے برائی روکنا اور نیکی کو جاری کرنا ہے۔ آج مذہب کو پرائیویٹ معاملہ کہنے والے اس سے عبرت حاصل کریں۔ اسلام کا خلیفہ دراصل خدا کا نائب ہوتا ہے۔ سیاست ملکی، قیام امن، نظام مالیات کے ساتھ ساتھ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا انتظام بھی کرنا ضروری ہوتا ہے۔

بلکہ برائی کے مرتکبین کو اسلامی سزائیں دینا حکومت کا اوّلین کام ہے اور یہ بھی نہی عن المنکر میں داخل ہے۔ اگر مذہب پرائیویٹ معاملہ ہے اور بقول مرزا محمود کسی کو یہ ضروری نہیں کہ وہ دوسروں کو کسی بات کرنے کا کہے یا روکے تو اسلامی تعزیرات کا کیا معنی؟

زنا، چوری، قتل، تہمت وغیرہ جرائم پر شرعی سزاؤں کے اجراء ونفاذ کا کیا مطلب۔ مرتد کو قتل کی سزا کیسی۔ شراب پر سزا کیسی۔ کیا اس کا یہ مطلب ہے کہ یہ جرائم کرنے کے بعد سزا تو دی جاسکتی ہے۔ لیکن کرنے سے پہلے ارتکاب جرم سے روکنا غلط ہے۔ چوری سے نہ روکو۔ قتل سے نہ روکو۔ مرتد ہونے سے نہ روکو۔ زنا کرنے دو۔ شراب پینے دو اور جب وہ ارتکاب جرم کر بیٹھے تو پھر سزا دو۔ کتنی مضحکہ خیز بات ہے کہ جس اسلام کی بنیاد ہی یہ ہے کہ شرک چھوڑ کر توحید کا اقرار کرو، رسول کو مانو اور قیامت کو مان کر اس کے حساب سے ڈرو اور نمازیں پڑھو، ماں باپ کی نافرمانی، ایک دوسرے پر ظلم اور خیانت نہ کرو۔ اس اسلام کے پیرو آج امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی ضرورت نہیں سمجھتے اور دعویٰ اسلام کا ہے۔ (جاری ہے)

مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی کے

تبلیغی ودعوتی اسفار

جمعۃ المبارک کے خطبات: مولانا عزیز الرحمٰن ثانی نے جامع مسجد اشرفیہ شکارپور میں جمعۃ المبارک کا خطبہ دیا۔ جامع مسجد اشرفیہ کا سنگ بنیاد حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ نے رکھا۔ یہاں حضرت پیروالوں کا حلقۂ مریدین کافی تعداد میں ہے۔ یہاں حضرت مولانا مفتی محمودؒ، حضرت درخواستیؒ، حضرت مولانا غلام غوث ہزارویؒ کئی مرتبہ تشریف لائے۔ حضرت سائیں عبدالکریم قریشیؒ کا تو حلقہ مریدین جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا بہت بڑی تعداد میں ہے۔ حضرت پیروالے بار بار تشریف لاتے ہیں۔

ختم نبوت کانفرنس جھونگل جیکب آباد: عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے زیر اہتمام جامع مسجد جھونگل میں عظیم الشان ختم نبوت کانفرنس منعقد ہوئی۔ تلاوت کے بعد قاری محمد آصف ندیم، جناب طاہر بلال چشتی جھنگ نے نعتیہ کلام پیش کیا۔ جمعہ کی نماز سے قبل عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت سکھر کے مبلغ مولانا محمد حسین ناصر اور راقم الحروف کے بیانات ہوئے۔ کانفرنس کا آغاز نو بجے صبح ہوا، سندھی زبان کے معروف خطباء اور علماء کرام مولانا عبدالحئی، مولانا محمد امین، مولانا ناظم الدین، حاجی منظور احمد، مولانا آفتاب احمد کے بیانات ہوئے۔ جمعہ کے بعد کی نشست میں مولانا عزیز الرحمٰن ثانی اور فاروق احمد، مولانا ضمیر احمد سومرو، حافظ منیر احمد، حافظ نعیم اللہ، حافظ عطاء اللہ کے بیانات ہوئے۔ کانفرنس کا اہتمام حاجی منظور احمد، مولانا ظفر اللہ سندھی نے کیا۔

ختم نبوت کانفرنس خان پور: عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی مقامی شاخ نے خان پور مین بازار میں کانفرنس کا اہتمام کیا۔ کانفرنس میں ہزاروں مسلمانوں نے شرکت کی۔ کانفرنس کی صدارت مولانا عبداللہ نے کی۔ کانفرنس سے مولانا ظفر اللہ سندھی، مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی، مولانا محمد یوسف بروہی، مولانا مفتی غلام قادر، مولانا عبداللہ، مولانا عبدالرحیم بروہی نے خطاب کیا۔ شرکائے کانفرنس اور مدعوین کی بہت اچھے کھانے سے ضیافت کی گئی، ضیافت کا اہتمام مفتی محمد شاہد غلام سرور، محمد ندیم نے کیا۔ سندھی عوام کا جلسہ سننے کا بہت اچھا ذوق ہے۔ رات ساڑھے بارہ بجے تک خطابات کا سلسلہ جاری رہا۔ مغرب کے بعد پہلی نشست سے مولانا عبیداللہ، نعمت اللہ سولنگی، قاری سہیل احمد ترین کوئٹہ، قاری سعداللہ گڈو، قاری اسرار احمد، مولانا عنایت اللہ، ظفیر حسین شاہ نے خطاب کیا۔ نقابت کے فرائض مولانا مفتی لطف اللہ عادل نے سرانجام دیئے۔ پریس ترجمان مولانا عنایت اللہ بروہی، مولانا ظہور جان مینگل، جناب زبیر ابڑو، جناب اعجاز احمد زہری نے بھی خصوصی شرکت کی۔

شکارپور میں دوروزہ کورس: عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے زیر اہتمام جامع مسجد بلال منڈی جمعہ خان میں دو روزہ کورس ۲۱،۲۲؍دسمبر کو منعقد ہوا۔ کورس کا اہتمام مولانا محمد یوسف، قاری بشیر احمد، حافظ نصیر احمد جھلن نے کیا۔ ۲۱؍دسمبر کو راقم الحروف نے ’’قادیانیوں کا امت مسلمہ سے بنیادی مسائل میں اختلاف‘‘ کے عنوان سے قادیانیوں اور مسلمانوں میں متنازعہ فیہ مسائل ختم نبوت، اجرائے نبوت، رفع ونزول عیسیٰ علیہ السلام اور مرزا قادیانی کے کردار وکریکٹر پر روشنی ڈالی اور بتلایا کہ جو شخص بدکردار اور لوز کریکٹر ہو وہ نبی تو درکنار ایک شریف انسان نہیں ہوسکتا۔

۲۲؍دسمبر کو مغرب سے عشاء تک محمد اسماعیل شجاع آبادی نے حیات عیسیٰ علیہ السلام اور ظہور امام مہدی کے عنوان پر خطاب کیا، جبکہ خانقاہ عالیہ قادریہ راشدیہ پیر شریف کے چشم و

تحفظ ختم نبوت کانفرنس، سانگی

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت سکھر و جمعیت علماء اسلام سانگی کے زیر اہتمام ۱۸؍دسمبر بعد نماز عشاء جامع مکی مسجد سانگی میں تحفظ ختم نبوت کانفرنس منعقد ہوئی۔ قاری فہد علی کورائی کی تلاوت سے کانفرنس کا آغاز ہوا، علماء کرام میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے ناظم اطلاعات ونشریات مولانا عزیز الرحمٰن ثانی، مولانا محمد حسین ناصر، ضلع سکھر کے نائب ناظم حافظ عبدالغفار شیخ نے اپنے بیانات میں عقیدۂ ختم نبوت کی اہمیت پر روشنی ڈالتے ہوئے قادیانی ومرزائی فتنہ سے مسلمانوں کو آگاہ کیا۔ مولانا محمد حامد نے اسٹیج سیکریٹری کے فرائض سرانجام دیئے اور ان کے رفقاء کرام مولانا عبدالباسط سومرو، مولانا غلام اللہ و دیگر احباب جمعیت نے کانفرنس کو کامیاب کرنے کے بھرپور محنت کی۔

چراغ مولانا سائیں عبدالمجیب قریشی دامت برکاتہم نے قادیانیوں کے عقائد وعزائم اور امت مسلمہ کی ذمہ داری کے عنوان سے خطاب فرمایا۔ کورس میں مختلف شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والے سینکڑوں افراد نے شرکت کی۔ واضح رہے کہ یہ کورس شکارپور سندھ میں پہلی مرتبہ منعقد ہوا۔ کورس کے تمام انتظامات کی نگرانی مبلغ مولانا ظفراللہ سندھی نے کی۔ شرکائے کورس کو کاپیاں اور بال پوائنٹ بھی نوٹس کے لئے دیئے گئے۔

کندھ کوٹ میں کورس: کندھ کوٹ میں تین روزہ تحفظ ختم نبوت کورس مدرسہ بحرالعلوم میں منعقد ہوا۔ ۲۱،۲۲/دسمبر کو ہمارے چناب نگر کورس سے تربیت حاصل کرنے والے طالب علم مولوی ظہیر احمد نے حیات عیسیٰ علیہ السلام، ختم نبوت پر لیکچر دیئے، جبکہ ۲۳/دسمبر کو مولانا محمد حسین ناصر نے کورس کے اغراض ومقاصد پر روشنی ڈالی۔ جبکہ راقم الحروف نے ''اوصاف نبوت اور مرزا قادیانی'' کے عنوان پر عام فہم نوٹس تحریر کرائے۔ کورس کے اختتام پر مجلس کا لٹریچر تقسیم کیا گیا۔

کندھ کوٹ میں ختم نبوت کانفرنس: مدرسہ مفتاح العلوم میں ۲۳/دسمبر کو عشاء کی نماز کے بعد ختم نبوت کانفرنس منعقد ہوئی، جس کی صدارت مقامی امیر مولانا رحیم بخش چاچڑ نے کی۔ کانفرنس سے مولانا ظفراللہ سندھی، مولانا محمد حسین ناصر، مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی، مولانا عبدالغفور بھٹو نے خطاب کیا۔ کانفرنس رات گئے تک جاری رہی۔ مبلغین نے کندھ کوٹ سے سفر کرکے رات سکھر دفتر میں گزاری۔

مدرسہ احیاء العلوم قادریہ میں حاضری: مدرسہ احیاء العلوم قادریہ شکارپور کی بنیاد مولانا غلام قادر پنہور نے ۱۹۷۰ء میں رکھی۔ موصوف جمعیت علماء اسلام کے مرکزی نائب امیر بھی رہے۔ آپ دارالہدیٰ ٹھیری سندھ کے فاضل تھے۔ غیرت اسلامی سے سرشار عالم دین تھے۔ عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے علاقہ میں گراں قدر خدمات سرانجام دیں۔

جمعیت علماء اسلام کے مرکزی قائدین حضرت درخواستیؒ، حضرت مولانا مفتی محمودؒ، حضرت مولانا غلام غوث ہزارویؒ، حضرت مولانا عبدالکریم قریشیؒ پیر شریف کی بارہا مدرسہ میں تشریف آوری ہوئی۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مبلغ مولانا جمال اللہ الحسینیؒ کی بہت سرپرستی فرماتے۔ حضرت مولانا بشیر احمدؒ ۴۰ سال سے زائد عرصہ سکھر کے مبلغ رہے۔ حضرت کی مشاورت ان کے لئے عظیم سرمایہ تھی۔ آپ نے ۱۳/جولائی ۲۰۰۱ء میں انتقال فرمایا۔ ان کی وفات کے بعد آپ کے فرزند ارجمند مولانا عبدالقادر مدظلہ مدرسہ کے مہتمم مقرر کئے گئے۔ دوسرے فرزند مولانا عبیداللہ مرکزی رویت ہلال کمیٹی کے رکن ہیں۔ ۲۳/دسمبر کو مدرسہ میں حاضری ہوئی اور مذکورہ بالا علماء کرام سے ملاقاتیں ہوئیں۔

مولانا علی شیر بروہی کی خدمت میں: مولانا علی شیر بروہی سندھی زبان کے مقبول خطیب ہیں۔ اردو پر بھی دسترس رکھتے ہیں۔ اندرون سندھ اور مضافات میں دعوت وتبلیغ کا فریضہ سرانجام دے رہے ہیں۔ ہمارے مولانا محمد لقمان علی پوریؒ سے بہت قریبی تعلقات رہے۔ اندرون سندھ جہاں قادیانیت کے جراثیم ہیں، وہاں ان کے خلاف تبلیغ اپنا فریضہ سمجھتے ہیں۔ ظہر کی نماز کے بعد ان سے کافی مجلس رہی۔ راقم نے مبلغ مولانا ظفراللہ سندھی کی سرپرستی کی استدعا کی تو انہوں نے خوشی سے نہ صرف استدعا قبول فرمائی بلکہ فرمایا کہ میرا مدرسہ حاضر ہے، جب چاہیں تشریف لائیں۔

گھوٹکی میں جلسہ ختم نبوت: عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے زیراہتمام جامع مسجد الفخر میں ختم نبوت کے عنوان پر ۲۴/دسمبر کو ظہر کی نماز کے بعد جلسہ منعقد ہوا، جس کی صدارت مقامی امیر حضرت مولانا سیّد نور محمد شاہ مدظلہ نے کی۔ جلسہ سے سکھر کے مبلغ مولانا محمد حسین ناصر اور راقم کے بیانات ہوئے۔ جلسہ عصر کی نماز سے تھوڑی دیر پہلے ختم ہوا۔

الحمدللہ! پندرہ روزہ دورہ مکمل ہوا اور راقم الحروف نے مولانا ظفراللہ سندھی کی رفاقت میں ملتان کے لئے سفر کیا۔ اللہ پاک اس تبلیغی دورہ کو قبول ومنظور فرمائیں۔ آمین۔ ☆☆☆

تحفظ ختم نبوت کورس، کندھ کوٹ ضلع کشمور

کندھ کوٹ.... مدرسہ بحرالعلوم میں تین روزہ تحفظ ختم نبوت کورس منعقد ہوا۔ دو دن جامعہ دارالفیوض کے استاذ الحدیث مولانا عبدالعزیز سمیجو اور اسی ادارہ کے طالب علم مولانا ظہیر احمد نے ''حیات عیسیٰ علیہ السلام اور کذب مرزا'' پر بیان کئے۔ ۲۳/دسمبر کو مولانا محمد حسین ناصر نے ''ختم نبوت'' اور مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی نے ''اوصاف نبوت'' پر تفصیلی بیان کئے۔ علاقہ کے معززین، تاجر حضرات، علماء کرام وطلباء نے کثیر تعداد میں شرکت کی۔ اس کورس کو کامیاب کرنے کے لئے مولانا ظہیر احمد کے ساتھ اس مدرسہ کی انتظامیہ مولانا عبدالعزیز سمیجو، مولانا عبدالصمد، مولانا مفتی محمود نے بھرپور تعاون کیا۔ اللہ تعالیٰ تمام احباب کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

خبروں پر ایک نظر!

قومی اسمبلی میں گستاخانہ مواد کی روک تھام سے متعلق قرارداد کا خیر مقدم

لاہور (مولانا عبدالنعیم) عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت لاہور کے زیر اہتمام دوروزہ ختم نبوت کورس جامع مسجد المصطفیٰ دوبئی پارک لاہور میں منعقد ہوا۔ پہلے دن عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی ناظم تبلیغ مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی، مرکزی رہنما مولانا عزیزالرحمٰن ثانی، مبلغ ختم نبوت لاہور مولانا عبدالنعیم نے لیکچرز دیئے۔ کورس میں مختلف موضوعات، عقیدہ ختم نبوت کی اہمیت وفضیلت، حیات حضرت عیسیٰؑ قرب قیامت آنے والے حضرت عیسیٰؑ اور حضرت مہدیؓ کی علامات اور نشانیاں اور ان جیسے متعدد موضوعات پر سیر حاصل گفتگو ہوئی۔ مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی نے لیکچر دیتے ہوئے کہا کہ عقیدہ ختم نبوت اسلام کی روح اور بنیاد ہے، عقیدہ ختم نبوت پر ایمان رکھے بغیر کوئی آدمی مسلمان نہیں ہوسکتا۔ قادیانیت چند شکوک و شبہات کا نام ہے، دلائل کی دنیا میں قادیانیوں کے پاس کوئی صحیح دلیل نہیں۔ عقیدہ ختم نبوت قرآن مجید کی ایک سو آیات مبارکہ اور ذخیرہ احادیث میں سے دوسودس احادیث مبارکہ سے ثابت ہے۔ مولانا عزیزالرحمٰن ثانی نے لیکچر دیتے ہوئے کہا کہ قادیانی اپنی آئینی اور قانونی حیثیت تسلیم کرلیں۔ انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اس امت کو اجماع امت کی دولت سے نوازا، سب سے پہلا اجماع عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ پر کیا۔ آخری دن کورس کی اختتامی تقریب منعقد ہوئی۔ ختم نبوت کورس میں سینکڑوں افراد نے شرکت کی۔ شرکائے کورس کو اعزازی اسناد، ختم نبوت کے متعلق معلوماتی لٹریچر اور کتب دی گئیں۔ اس موقع پر مولانا جمیل رشید، مولانا خالد محمود، قاری ظہورالحق، مولانا سعید وقار سمیت کئی علماء کرام بھی موجود تھے۔ علماء کرام نے قومی اسمبلی میں گستاخانہ مواد کی روک تھام سے متعلق متفقہ قرارداد منظور کرنے کا خیر مقدم کیا ہے اور کہا ہے کہ پورے ایوان نے اس قرارداد کی حمایت کرکے دینی وقومی حمیت کا مظاہرہ کیا ہے۔ اراکین اسمبلی نے جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے منصب رسالت وختم نبوت اور اہل بیت وصحابہ کرامؓ کے خلاف قابل اعتراض اور گستاخانہ مواد کی روک تھام کے لئے قرارداد پیش کرکے اپنے ایمانی جذبات کا اظہار بھی کیا ہے اور پوری قوم کی نمائندگی بھی کی ہے۔

تحفظ ختم نبوت اجتماع

لاہور (مولانا عبدالنعیم) عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے یونٹ راوی روڈ لاہور کے زیر اہتمام تحفظ ختم نبوت اجتماع جامعۃ الازہر بادامی باغ میں مجلس لاہور کے نائب امیر پیر میاں محمد رضوان نفیس کی صدارت میں منعقد ہوا۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی ناظم تبلیغ مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی، مبلغ ختم نبوت لاہور مولانا عبدالنعیم، جامعۃ الازہر کے مہتمم مولانا مفتی ظہیر احمد شاہ، مولانا محمد قاسم، مجلس راوی روڈ کے رہنماؤں مولانا محمد فرمان، حامد بلوچ، عمران نادر بھٹی ودیگر علماء کرام نے شرکت کی۔ مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ ناموس رسالت کا تحفظ کرنا قربت خداوندی اور نجات اخروی حاصل کرنے کے مترادف ہے، جب تک اس دھرتی پر ایک بھی قادیانی موجود ہے ہماری تحریک جاری رہے گی، انہوں نے کہا کہ پنجاب اسمبلی اور قومی اسمبلی نے گستاخانہ مواد کی روک تھام کے لئے قرارداد پیش کرکے پوری امت مسلمہ کی طرف سے فرض کفایہ ادا کیا ہے، تمام اراکین مبارکباد کے مستحق ہیں۔ قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کا فیصلہ صرف علماء کرام اور مفتیان عظام نہیں تھا بلکہ پاکستان کی دستور ساز اسمبلی سیشن کورٹس، ہائیکورٹس، سپریم کورٹ اور وفاقی شرعی عدالت سے لے کر کینیا، رابطہ عالم اسلامی، انڈونیشیا اور جنوبی افریقہ اور گیمبیا کی عدالتوں نے بھی قادیانیوں کے کفروارتداد پر مہر تصدیق ثبت کردی ہے۔ مولانا عبدالنعیم نے کہا کہ عقیدہ ختم نبوت اسلام میں خشت اول کی حیثیت رکھتا ہے۔ قادیانی آیات ختم نبوت میں تحریف معنوی اور احادیث نبویہ میں مطلب براری کے معانی نکال کر امت مسلمہ کو دھوکہ دے رہے ہیں، قادیانی گروہ سازش کے تحت ۱۹۷۴ء اور ۱۹۸۴ء کی آئینی ترامیم کو ختم کرنے کے لئے نام نہاد انسانی حقوق کی تنظیموں کو مہرے کے طور پر استعمال کر رہا ہے، دینی جماعتوں اور مذہبی لوگوں اور دینی مدارس کے خلاف بے بنیاد پروپیگنڈا کیا جارہا ہے۔

اسلام زندہ باد
فرما گئے یہ ہادی لا نبی بعدی
تاج ختم نبوت زندہ باد
اسٹیڈیم قلعہ کہنہ قاسم باغ ملتان میں
ختم نبوت کانفرنس
بتاریخ
6 مارچ 2020
بروز جمعۃ المبارک
بعد نماز مغرب
عبدالرزاق اسکندر
عزیز احمد
محمد ناصر الدین خاکوانی
خلیل احمد
عزیز الرحمن جالندھری
اللہ وسایا
قائد ملت اسلامیہ
حضرت مولانا فضل الرحمن صاحب
امیر جمعیۃ علماء اسلام پاکستان
شیخ الاسلام
حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب
شیخ الحدیث و نائب صدر جامعہ دارالعلوم کراچی
پیر طریقت رہبر شریعت
محبوب العلماء والصلحاء
حضرت مولانا حافظ پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی مدظلہ
مہتمم جامعہ معہد الفقیر جھنگ
محمد حنیف جالندھری
سید سلیمان بنوری
شاہ اویس احمد نورانی
ساجد میر
لیاقت بلوچ
عبدالماجد صدیقی
ضیاء اللہ شاہ
0301-7500173
0301-7904257
0300-7927032
عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت
شعبہ نشر و اشاعت